درس حدیث

محمد اظہر مدنی

امانت کی پاسداری سب پر ہے ضروری

عن زید بن وهب سمعت حذيفة رضی الله عنه يقول: حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم "أن الامانة نزلت من السماء فی جذر قلوب الرجال ونزل القرآن فقرووا القرآن وعلموا من السنة" (بخاری۳/۹۱۶)

ترجمہ: ''زید بن وہب سے مروی ہے کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا ''امانت آسمان سے لوگوں کے دلوں کی جڑوں میں اتاری گئی ہے اور قرآن نازل ہوا تو قرآن میں اسے پڑھا اور سنت سے اس کا علم انہیں حاصل ہوا''۔

تشریح: امانت کی پاسداری ان اہم فرائض میں سے ہے جس کا تعلق ایمانیات سے ہے۔ چنانچہ اس کا پاس ولحاظ رکھنا، حفاظت وصیانت اور ضائع ہونے سے بچانا ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے جس کے راوی حضرت انس بن مالکؓ ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم ہی ایسا خطبہ دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس کے پاس امانت داری نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کے پاس ایفاء عہد نہیں اس کا دین نہیں۔ اور بخاری شریف کتاب العلم کی اس حدیث کے ٹکڑے پر نظر دوڑائیے جس میں ضیاع امانت کو علامات قیامت میں سے بتایا گیا۔ **فاذا ضيعت الامانة فانتظر الساعة** یعنی جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر امانت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس کے مقام ومرتبہ نیز اس کی پاسداری پر زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آل عمران: ۷۵) ''بعض اہل کتاب تو ایسے ہیں کہ اگر انہیں تو خزانے کا امین بنادے تو بھی وہ تجھے واپس کردیں اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر تو انہیں ایک دینار بھی امانت دے تو تجھے ادا نہ کریں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ تو اس کے سر پر ہی کھڑا رہے یہ اس لئے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ ہم پر ان جاہلوں کے حق کا کوئی گناہ نہیں۔ یہ لوگ باوجود جاننے کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں دو اہم چیزوں کا ذکر ہے ایک تو امانت کی پاسداری اور دوسری بات غیر مسلمین کے حقوق سے متعلق کہ جو لوگ ان کے حق کو اپنے لئے جائز قرار دیں اس کی تردید کی گئی ہے اور بعض تفسیری روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ اللہ کے دشمنوں نے جھوٹ کہا زمانہ جاہلیت کی تمام چیزیں میرے قدموں تلے ہیں سوائے امانت کے کہ وہ ہر صورت میں ادا کی جائے گی۔ چاہے وہ کسی نیکوکار کی ہو یا بدکار کی اور سورہ نساء کی آیت نمبر ۵۸ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ''اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ'' اور سورہ المومنون آیت نمبر ۸ اور سورہ معارج آیت نمبر ۳۲ میں اللہ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ''جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امانت کی پاسداری کو مومنین کے اوصاف حمیدہ اور نمایاں وامتیازی خصوصیات میں سے قرار دیا ہے۔ نیز مفوضہ ذمہ داریوں کی ادائیگی، رازدارانہ باتوں اور مالی امانتوں کی پاسداری نیز رعایت عہد میں اللہ سے کئے ہوئے میثاق اور بندوں سے کیے عہد و پیمان سب شامل ہیں۔ سورہ قصص آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا: اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ''جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔''

مذکورہ بالا آیات کریمہ میں امانت کی پاسداری پر بہت زور دیا گیا ہے اور اس میں کسی بھی طرح کی خیانت کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں بھی اسی پر زور دیا گیا ہے کہ امانت آسمان سے نازل کی گئی ہے اور وہ بھی انسان کے جسم کے سب سے اہم اور مرکزی جگہ کی جڑ میں جہاں سے انسان کو پورے جسم میں روحانی وجسمانی غذا میسر ہوتی ہے اور اس عضو کی بقا سے ہی انسانی جسم اور روح کی بقا ممکن ہے۔ ایسے عظیم مقام پر اللہ رب العزت والجلال نے امانت کو ودیعت فرمایا ہے اور شریعت مطہرہ کے اصولوں کے مطابق اس کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں مومنین اور جنتیوں کے اوصاف سے متصف فرمائے۔ امانت کی پاسداری کرنے اور خیانت جیسے جرم سے بچنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین **وصلى الله على نبينا محمد**

☆☆☆

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

عید سعید

عید سعید کی پر مسرت نوید مل چکی ہے، رمضان المبارک کی برکتیں اور فیوض عام ثابت ہو رہے ہیں اور ہم اس کے عشرہ اخیرہ جس کی ایک رات ایسی بھی ہے جو تراسی چوراسی سالوں سے بہتر ہے ، کے موسم بہاراں سے گذر رہے ہیں، مومنین صادقین اعتکاف، سحر و افطار، تہجد و تراویح ،صوم وصلوۃ اور روزوں کے ثواب سے دامن بھر رہے ہیں اور اپنے رب کی رضا کی خاطر تمام منہیات اور منکرات سے اجتناب اور احتراز کر رہے ہیں۔نیکیوں کا موسم بہار آیا ہوا ہے۔ جنت کا دروازہ کب کا کھل چکا اور مغفرت وبخشش کی پکار جاری ہے۔ صدقہ وخیرات کی آندھی چل رہی ہے۔فقر وفاقہ جو مسلم اور ہندوستانی معاشرہ کا حصہ ہے، اس وقت لگتا ہے کہ مومنین کی داد دہش سے کوئی غریب نان شبینہ کو نہیں ترس رہا ہے، بلکہ شکم سیر ہو کر رب کے گن گا رہا ہے اور مسلمانوں کو اس کارواں رواں دعا دے رہا ہے اور ملک ومعاشرے میں ہر طرح کے گلے شکوے بھول کر آپسی بھائی چارہ اور محبت کا قابل دید ماحول قائم ہو چکا ہے۔ ایک ہی صف میں محمود وایاز کھڑے ہیں ۔بھوک و پیاس کی شدت کو برداشت کرنے اور اس کی تکلیف کو مزے لے لے کر سہنے کا عملی تجربہ ہو رہا ہے اور اس کی ٹیس اور خلش اور تپش کو کیا غریب کیا غنی سب محسوس کر رہے ہیں۔گویا وہ اپنی گوناں گوں مصروف زندگی اور پر آشوب اور مصیبت کی ماری دنیا میں غمخواری و ہمدردی اور مواسات ومساوات کا دائمی درس لے چکے ہیں اور اللہ جل شانہ سے ڈر کر اور تقویٰ والی زندگی اپنا کر حقوق اللہ وحقوق العباد کو محسوس کرنے اور ادا کرنے کا صحیح سلیقہ سیکھ چکے ہیں۔ ادنی سے ادنی انسان وجان کے سلسلہ میں خوف خدا اب اس قدر لاحق ہے کہ اب کبیرہ کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ صغیرہ کے خیال سے بھی لرزاں وترساں ہیں کہ روزہ ورمضان، قیام وصیام، نوافل وتراویح اور تلاوت و انفاق کا حاصل یہی ہے۔ اور حرام تو ہمیشہ سے حرام ہے ہی، اس کے تصور سے بھی بندہ دور رہنے لگا ہے، خالص حلال کھانا، پانی اور اپنی بیوی سے رکا ہوا ہے اور حد تو یہ ہے کہ اعتکاف میں تمام کاروبار حیات سے علیحدگی اختیار کر لینے، مکمل طور پر اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دینے ،اس کے گھر کے ایک کونا کو کٹیا بنا کر

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
قرآن مجید عظیم ترین کتاب ہے ۷
مہمان نوازی-قرآن وحدیث کی روشنی میں ۱۲
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولاتِ زندگی اور فضائل ۱۵
پندرہواں آل انڈیا ریفریشر کورس ۱۸
شرک ایک بدترین گناہ ۱۹
جن لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے ۲۱
فرقۂ معطلہ کا تاریخی مطالعہ (۱) ۲۶
جماعتی خبریں ۲۷
مرزا غلام احمد قادیانی اور عقیدہ ختم نبوت ایک مطالعہ ۲۸
اعلان داخلہ (المعهد العالى للتخصص فى الدراسات الاسلاميه) ۳۱
اپیل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ———— ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ———— ۷/روپے
پاکستان ———— ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰٦

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

لازم ٹھہرا لینے اور اپنے آپ کو اس کے اندر قید و بند کر لینے کی دس روزہ خو، عادت اور تعلق مع اللہ نے آلائش دنیا سے مکمل اجتناب کا ایسا خوگر بنا دیا ہے کہ اب فرشتے بھی اس روزے دار معتکف اور مومن پر رشک کناں ہیں۔اب وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے کہ کہیں اس خاردار دنیا میں دامن ایمان و انسان پھنس نہ جائے اور تقوی وطہارت، ورع وزہد اور ایمان پر کوئی ادنی آنچ نہ آجائے اور فلسفۂ روزہ اور فوائد صوم تمام و کمال حاصل ہو جائے۔

خل الذنوب صغیرھا و کبیرھا ذاک التقی

واعمل کماش فوق ارض الشوک یحذر مایری

جب ادنیٰ جھاڑ جھنکھاڑ اور خاردار جگہوں سے گذرنے والا دامن بچا کر نکلنے کی ہزار جتن کرتا ہے تو جو راہ وفا میں قدم رکھ چکا ہے، خالص بندۂ مومن بن گیا ہے اور مکمل کنٹرول کرنے کا عزم کر چکا ہے اس سے کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ پھر وہ ادنی گناہ کا بھی مرتکب ہو جائے اور بے پرواہ زندگی گزارتے ہوئے دامن ایمان و عمل صالح کو الجھا دے۔حالانکہ دنیوی زندگی چند روزہ ہے اور ابدی زندگی کا توشہ بھی اسی میں جمع کر کے لمبے سفر اور وہاں کے قیام کا سامان بھی انہی چند دنوں میں کرنا ہے۔اب اگر دامن دل تھام کر نہ بیٹھے اور دامن جسم سنبھال کر نہ چلے تو ''خسر الدنیا والآخرۃ '' کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ صاف صاف وعید و وارننگ ہے۔الکیس من دان نفسه وعمل لما بعدالموت. اس لئے تقوی اور احتیاط و ورع کی اس دولت اور خصلت کو بقیہ زندگی میں بھی پروان چڑھائے رہیئے۔دیکھئے! تقویٰ وطہارت اور مسارعت و مسابقت والی اس زندگی اور رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ کے قافلے بھی آگے بڑھ چکے ہیں، ایسا نہ ہو کر آپ اس میں پیچھے رہ جائیں یا قافلۂ ایمان، صیام و قیام اور تقوی سے بچھڑ جائیں یا تھک ہار کر بیٹھ جائیں۔پھر حسرت و ندامت کے ٹسوے بہانے، کف افسوس ملنے اور اپنے دانتوں اپنی انگلیوں کو کاٹ کھانے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اذا انت لم ترحل بزاد من التقی

ولا قیت بعد الموت من قد تزودا

ندمت علی ان لا تکون بمثله

فترصد للأمر الذی کان ارصدا

ابھی تو اس جگہ سے دور ہے ، سالک پہنچنا ہے

میاں تو پہلے ہی منزل میں تھک بیٹھا خدا حافظ

بہت سے قافلے آگے جا چکے ہیں اور منزل مقصود کو پہنچ گئے ہیں۔انہوں نے اپنے رب سے جو عہد و پیمان کیا تھا اسے وہ پورا کر چکے ہیں اور انہوں نے جان جاں آفریں کے سپرد کر کے شکر ادا کر دیا۔آپ بھی ہمہ جہت تیاری کے ساتھ ہمہ تن اور سراپا انتظار میں رہیں کہ نقارۂ اجل کب بج جائے اور آپ بایں طور وصفت کوچ کر جائیں کہ ''مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا'' (الاحزاب:۲۳)

''مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالی سے کیا تھا اسے سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

رفیقانِ سفر تو چل بسے اپنے ٹھکانے پر

ہمارے کوچ کی اب دیکھئے آتی ہے باری کب

آپ نے اپنی کتنی ہی محبوب شخصیات، اصحاب جماعت و جمعیات، خویش و اقارب اور شناساؤں اور محبوباؤں سے لذت آشنائی پر عجیب کیفیت و سرور میں یہ گنگنایا ہوگا کہ ''عجیب چیز ہے لذت آشنائی''۔افطار کے وقت بھوک و پیاس کی جسمانی شدت اور تڑپ ایک طرف اور روحانی سرور و لذت اور طلب اجر و ثواب اور آرزؤں اور تمناؤں کے حصول کے لئے دعاؤں کی قبولیت کا انتظار دوسری طرف، مگر وہ لذت آشنائی جسے کسی نے کہا ہے کہ

دو عالم سے بے گانہ کرتی ہے دل کو

عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس آشنائی کی پاداش میں جو شناسائی، قرب و لقا اور دیدار یار و پروردگار ہوگا اس میں کتنے سرشار ہیں کہ دنیا تو دنیا آخرت کی تمام نعمتوں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا، جن کے بارے میں نہ کسی دل نے سوچا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا، کو پا لینے کے بعد بھی دیدار الٰہی کے وقت بھول جائے گا اور یہی تو روزہ کا حاصل ہے کہ باب ریان کے اسپیشل VIP گیٹ سے داخل ہوں اور جنت الفردوس الاعلیٰ کو پا کر دیدار الٰہی سے مشرف و معزز و مکرم اور چیف گیسٹ بننے کا شرف حاصل کر لیں۔یقین نہ ہو تو یہ آموختہ پھر دہرائیں بلکہ حرز جان بنا لیں۔للصائم فرحتان فرحة حين يفطر وفرحة حين يلقى ربه (ترمذی)

''روزہ داروں کے لیے دوخوشیاں ہیں۔ایک خوشی افطار کے وقت حاصل ہوتی ہےاوردوسری اس وقت ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔''

اس فرحت وشادمانی کے ماحول میں جوافطار ولقاء رب کے شوق میں بیت رہے تھے عید الفطر کی آمد آمد ہے۔گویا بڑے افطار اور فطور کا سامان ہو چکاہےاور رمضان کی تیس کی گنتی پوری کر کے اب اللہ تعالیٰ کی ایک دوسرے ڈھنگ، نازوانداز اور طرز وطریقہ سے کبریائی اور بڑائی بیان کرنے کا زریں موقع میسر ہورہاہے،اس پر جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔اب ان ساری عبادتوں اور ریاضتوں کا اجرمل رہا جورب کی رضاجوئی وخوشنودی کی طلب میں انجام دی گئی تھیں اورمزید شکرگزاری کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل ہورہاہے۔ **لئن شكرتم لازيدنكم** ۔اورظاہری خوشی بھی حاصل ہورہی ہے۔مسلمان آج شام ہی سے تکبیر کے ورد سے زبانوں کوتر،فضاؤں کومعطراور کوچہ وگلی اور ہر در وشہراورقریہ وبستی کومعمور کیے ہوئے ہیں میں اوراس زمزمہ توحید وتکبیراورنعرۂ **الله اكبر الله اكبر لااله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد** سے گونج پیدا کررہے ہیں اورلوگ اس نغمہ سنجی اوراعلان کبریائی ورب کی بڑائی سے محظوظ وماجور ہورہے ہیں اورساری انسانیت کوہلال عید کی آمد پر مبارکباد اور پیغام امن وآشتی اورمحبت دے رہے ہیں اوراللہ جل شانہ کی ربوبیت والوہیت اوراس کے خالق ورب ہونے کا مژدہ سنارہے ہیں۔**اللهم اهله علينا بالأمن والايمان والسلامة والاسلام ربى وربكم الله.** رات کے اندھیرے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور پورے ماہ میں جوان کو خصوصی چانس،اہم وخاص گفٹ اورلازوال وبے شمار دولت مل چکی ہے اس پر سجدۂ شکروامتنان بجالارہے ہیں۔اور **يدعون ربهم رغبا ورهبا** اور **كانوا لنا خاشعين** کی تصویر بنے ان عبادتوں کی قبولیت کی امید ورغبت،اس میں کمی واقع ہونے پر نہ قبول ہونے کا اندیشہ اور بقیہ زندگی میں ان کیفیات،جذبات واحساسات اوراثرات کے کم ہوجانے سے خوف کھاتے ہوئے عاجزی وفروتنی اورخشوع اورانتہائی خضوع برت رہے ہیں۔

سپیدۂ صبح کے نمودار ہوتے ہی تکبیروں کی گونج کے ساتھ غسل وطہارت سے فراغت کے بعد اور حسب حیثیت اور سہولت صاف ستھرے اور نئے کپڑے زیب تن کئے چند طاق تمور وکھجور تناول کر کے،غریبوں،مسکینوں اور فقیروں میں زکوۃ الفطر تقسیم کرتے اور دیگر دادودہش کرتے ہوئے خوشبوؤں سے معطر ہوکر مسواکوں کے ذریعہ ذہن ودماغ اور دندان دہن کو صاف اور جلا بخشتے ہوئے بسوئے صحرا وپرفضا میدان رواں دواں ہیں اور حسب فرمودات نبوی بیوی،بچوں اور پردہ نشین خواتین کے ساتھ اللہ کی بڑائی بیان کرتے پروانہ وار چلے جارہے ہیں۔آج ان کی خوشیوں کا عالم کیا ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے۔جوائز وانعامات اور ایوارڈ سب مل چکے ہیں۔گویا دینی ودنیوی سعادتیں اوراخروی سرخروئیاں حاصل ہوچکی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے لئے دوگانہ ادا کر کے دوسرے راستے سے اپنے گھروں کوشاداں وفرحاں لوٹ رہے ہیں کہ کوئی گلی کوچہ اورراستہ ان کے قدوم میمنت لزوم سے خالی نہ رہ جائے،سب پیار ومحبت اور دعا وسلام کے جام لنڈھا رہے ہیں،سوئیاں اور کھجوریں کھلا رہے ہیں۔مسرتوں میں مگن مچل رہے ہیں۔ہدیہ تحفے وصول کررہے ہیں۔بیویاں اورسہاگنیں اپنی خوش قسمتی پرنازاں ہیں۔شوہران ساری خوشیوں کو دیکھ جھوم اٹھے ہیں۔قریہ کی خوشیوں کا تو اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔گلی کوچے محلے اورشہر میں جشن وطرب کا ماحول ہے۔جدھر دیکھوخوشیوں کا بسیرا اور مسرتوں کا گھیرا اور پڑاؤ ہے۔ساتھ ہی شش عیدی شوالی اور سال بھر کے لیے اکمالی روزے کی تیاری ہے کہ اس خیر کثیر کے بعد یکایک محرومی نہ ہوجائے۔

پیارے روزے دارو،اسلام کے فرزانو،توحید کے پرستارو اور انسانیت کے غم خوارو! یہ عید تمہیں مبارک ہو۔بہت بہت مبارک ۔

لیکن اس عظیم خوشی ومسرت کے موقع پر آپ کے سامنے ایک بہت بڑا سوال کھڑا ہے۔وہ یہ ہے کہ اگر آپ جانتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں امت اور انسانیت کے موجودہ ناگفتہ بہ حال واحوال،گردوپیش کے ماحول واکال، یتیموں،غریبوں اورمحتاجوں کا مآل،جنگوں کے احوال،مظلوموں کی آہ وزاری اور ملال، ہزاروں بیواؤں اوریتیموں کی حالت زار، ملبے میں دبی لاشوں کی خاموش پکار، اور وہ دلدوز ،جگرخراش ودلفگار چیخ وپکار، اللہ کے دشمنوں اور انسانیت کے قاتلوں کی للکار اور بڑی بڑی آبادیوں کو ان کے مکینوں کے ساتھ زیرزمین اورتہہ وبالا کردینے کے ہیبت ناک اور ہولناک مناظر،کیا تمہیں ایسے میں عید کی خوشیاں راس آرہی ہیں؟ جو کئی ماہ سے آب ودانا دیکھنے کو ترس گئے ہیں اورتم پوری بے فکری سے خوب خوب خواب وخوردونوش میں مگن ہو۔ تمہارے ہونٹ بھی نہ ہلے ان مظلوموں کے حق میں،نہ لب پہ دعا جاری ہوئی جو کم ازکم اور زیادہ سے زیادہ سلاح مومنین ہے اوراول وآخر ہتھیار ہے اوران

کے بغیر لاؤلشکر اور دھن ودولت بے کار و بے اثر ہیں۔

جگر امت اور انسانیت میں اور بھی کاری زخم ہیں جو ایسے وقت میں کچھ زیادہ ہی ستاتے ہیں اور دردنہانی تو بہت ہیں جو قلب وجگر میں چھید اور ہول پیدا کرتے ہیں۔ امت وملت کی زبوں حالی عالمی ومحلی سطح پر مرثیہ خوانی کی حد کو پہنچ چکی ہے۔ بلکہ مرثیہ خوانی کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ داخلی طور پر بھی یہ درد ومرض ناسور بنتا جا رہا ہے اور خارجی طور پر بھی۔ بلکہ سارے امراض جسم امت میں پیوست اور لاحق ہی اس لئے ہیں کہ داخلی طور پر امت کا حال برا ہے۔ وہ امت جو توحید وسنت اور اجتماعیت ویگانگت پر برپا کی گئی تھی اور جو اقوام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجی گئی تھی آج وہ ہر طور پر ناکام ہی نہیں خود آماجگاہ سیئات وآثام اور سراپا گناہ بنی ہوئی ہے۔ عقیدہ وایمان، عمل واخلاق، معاش ومعاشرت اور بود وباش غرضیکہ ہر مرحلے میں نچلے پائیدان پر ہے، بلکہ فرش راہ اور پاؤں کی جوتی بننے کے لائق بھی نہیں رہ گئی ہے۔ اجتماعیت کا تو تصور ہی نہیں رہ گیا۔ خاندانی، محلی ومقامی، جماعتی اور ملی کسی طور پر بھی اس کی صفوں میں اتحاد نہیں ہے۔ بلکہ ''بنیان مرصوص'' تو عنقاء مغرب ہے۔ اس لئے دلوں میں پریشانی وخلجان اور صفوں میں کجی کی بات کسی طرح کرنی انصاف کے منافی ہے۔ پھر بھی ہم شکوہ کناں ہیں کہ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر۔

آہ! مسلمان ہیں کہاں؟! ان باتوں کو زیر بحث لانے سے پہلے ہم اپنی ہی ذات، جماعت اور اس کے مفادات، اوقات وحالات اور نفسیات کا تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے لئے جائزہ لیں تو شاید ان سطور کے گوش گذار اور نظر نواز کرنے کا کچھ صلہ اور سود وفائدہ ملے، ورنہ شکوہ شکایت بھی اب شیوہ قوم وملت ہو کر رہ گیا ہے۔

جن مظالم کی وجہ سے اقوام کو ہم ظالم کہہ رہے ہیں، دراصل ان مظالم کا ارتکاب خود امت مسلمہ غیر تو غیر اپنوں کے ساتھ کر رہی ہے۔ اس نے اپنا منصب ومقام بھلا دیا ہے۔ خیر امت کا تو اسے کچھ ہم وغم رہا نہیں۔ امت دعوت تو بننے سے رہی، وسط امت کے خطاب والقاب کو کب کا بھلا چکی ہے۔ اب اپنے وجود کی خاطر داخل صف امت استجابت بھی اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی اور اندرونی طور پر کھوکھلی ہوتی چلی گئی، دلوں میں دوری، صفوں میں کجی اور حالات کی پراگندگی کی وجہ سے وہ ان اقوام سے بھی بھیک مانگنے کی اہل نہ رہ سکی جن کی بھلائی اور نفع کے لئے اسے برپا کیا گیا تھا۔ روئے زمین پر کسم پرسی، بےبسی اور ظلم وتعدی کی شکار قوم فلسطین کی جنگ کو جنگ کہنا کس قدر مذاق ہے! اس قوم کے لہو، زخم، اس کی جان وآبرو اور مکان کی تباہی وبربادی، ان پر یکطرفہ قتل عام کی مار، گل وگلیل کی بھی سکت نہ رکھنے والے عوام اور ان کے بے بس، کھوکھلے، بھڑکیلے اور دشمن کو ساز وسامان اور جو از فراہم کرنے والا متاع غرور کا سودا کرنے والے اور ان کے نعرہ وللکار کے نقصانات آخر عقلائے زمانہ کے دماغ میں کیوں نہیں آرہے ہیں؟ اپنے بچوں پر ہوتا تو تم کب کا ہی یہ بڑبول نکار چکے ہوتے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس کو کوئی فتح مبین کہہ رہا ہے اور دشمن کی چالوں اور صلح ناموں کو فتح وکامرانی کا لہراتا ہوا پھریرا باور کرا رہا ہے۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

اس بےحسی، بےضمیری اور بربادی پر بھی جشن اور خوشی کہ ہم جیت رہے ہیں تاریخ کے کسی حصے اور سیرت نبوی کے کسی واقعے میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس طرح سے مسلمانوں کی عقل سے کھلواڑ کرنے اور ان کو دھوکہ دینے کی مثال نایاب ہے۔

تفو برتوائے چرخ گرداں تفو

لمثل هذا يذوب القلب من كمد
ان كان في القلب اسلام وايمان

یہ عید سعید ہمارے اندر و باہر شعور واحساس پیدا کردے اور ہم جسد واحد کی حیثیت سے رہنے والی لہولہان اور بے گور وکفن اور زندان کی حالت میں بیواؤں، مسکینوں اور آہوں میں بسر کر رہے اور ایک لقمہ کے لئے خالی برتنوں کی طرف جان وعزت کی پرواہ کئے بغیر دوڑ پڑنے والے بچوں اور عورتوں کو بھی کسی معنی میں عید کے دن یاد کرلے جائیں اور آئندہ کے لئے کچھ کر گذرنے کا اور کم از کم اپنے آپ کو سنبھالنے اور ساری انسانی برادری اور ان کی امانت کے سلسلے میں احساس جاگ جائے تو عید آپ کو، سب کو اور پورے ملک وملت اور انسانیت کو مبارک ہو!

تقبل الله منا ومنكم صالح الأعمال وصلى الله على النبي صلى الله عليه وسلم

☆☆☆

قرآن مجید عظیم ترین کتاب ہے

مولانا محمد شمس الحق عبدالحق سلفی

اللہ رب العزت والجلال نے انسانوں کو سب سے بہترین اور عظیم ترین تحفہ عطا کیا ہے وہ قرآن مجید ہے۔ تمام الہامی کتب سے بڑھ کر عزوشرف والی کتاب، عظمت وفضیلت والی کتاب، خیر وبرکت سے مالا مال، ہدایت و اور حکمت سے لبریز، شک و شبہ سے بالاتر، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی، جہالت کے اندھیروں سے نکال کر توحید کے نور سے منور کرنے والی، مومنوں کو جنت کی بشارت دینے والی اور منکرین کو جہنم سے ڈرانے والی قرآن ہی وہ کتاب ہے جس میں ماضی اور مستقبل زندگی اور موت قبر، قیامت حشر ونشر ہر قسم کی خبریں موجود ہیں۔ یہی وہ کتاب ہے جس میں تعبدی، معاشرتی، اقتصادی، شاہی اور گدائی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اصول پائے جاتے ہیں۔

قرآن کریم اللہ کی وہ کتاب ہے جس میں سابقہ امتوں کی خبریں موجود ہیں اور ہمارے بعد جو احوال پیش آنے والے ہیں اس کا بھی تذکرہ وحل موجود ہے اور تمہارے درمیان جو واقعات پیش آرہے ہیں اس سلسلے میں بھی فیصلہ کن احکامات وہدایات موجود ہیں، یہ کوئی مذاق نہیں بلکہ حقیقت بیانی ہے جو قرآن کو چھوڑ کر زندگی گزارے گا اللہ اسے ریزہ ریزہ کر دیں گے، پاش پاش کر دیں گے، اس کی طاقت ملیامیٹ کر دیں گے، اور جو قرآن کے علاوہ اور کسی راستے سے ہدایت و کامیابی کا متلاشی بنے گا ہدایت تو اسے مل نہ پائے گی گمراہی اس کا مقدر بن جائے گی اور تنگدستی سے دوچار ہوگا۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنتُ بَصِيراً قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنسَى (سورہ طٰہٰ ۱۲۴۔۱۲۶) اور جو میری یاد ہدایت وقرآن سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اس سے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے، وہ کہے گا! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا تھا۔ جواب ملے گا کہ اسی طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا اسی طرح آج تمہیں بھی بھلا دیا جائے گا۔

اسی طرح اللہ ربّ العٰلمین نے دوسری جگہ فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَاراً (سورہ نساء: ۵۶) ''بیشک جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم انہیں آگ میں جھونکیں گے''۔

قرآن مجید انسانیت کی ہدایت کے لیے ضابطہ حیات ہے۔

اللہ رب العالمین تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور تمام کائنات اللہ کا مخلوق ہے اور اللہ نے اکثر مخلوقات کو انسانوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الأَرْضِ جَمِيعاً (سورہ البقرہ: 29) وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا اور انسانوں کو اپنی عبادت و ریاضت کے لیے پیدا کیا اور اس کی رہنمائی اور رہبری کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کیا جس میں پوری انسانیت کے لیے ہدایت ہے۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ (سورہ بقرہ: 185) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید دنیاوی اور اخروی بھلائیوں کی طرف انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے: إِنَّ هَـذَا الْقُرْآنَ يِهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْراً كَبِيراً (سورہ اسراء: ۹) یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

اور سورہ ابراہیم میں اللہ رب العزت والجلال کا ارشاد ہے: كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (سورہ ابراھیم: ۱) یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔

اسی طرح اللہ تعالی نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: قَدْ جَاءكُم مِّنَ اللّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلاَمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنِ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (سورہ مائدہ: ۱۵۔۱۶) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور ایسی واضح کتاب آچکی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالی ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھلاتا ہے جو اس کی رضا کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن مجید بے مثال کتاب ھے : قران کریم فرقان حمید ایک بے مثال اور لاثانی کتاب ہے، جو اللہ تعالی کا کلام ہے اور پوری انسانیت کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے نہ اس کی مثل کوئی کتاب پہلے آئی اور نہ کوئی لاسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نہ صرف فصاحت و بلاغت میں اعلی ترین ہے۔ بلکہ اس کی ہدایت احکام سچائیاں اور پیشین گوئیاں بھی لاجواب ہیں۔ یہ ہر زمانہ کے انسان کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ قرآن مجید عربوں کی زبانوں میں نازل ہوا ہے اور وہی اس کے اولین مخاطبین ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید نے متعدد آیات میں اہل عرب کو چیلنج کیا کہ تمہاری رگوں میں فصاحت و بلاغت کا خون دوڑ رہا ہے اور تم کو اس پر ناز بھی ہے تو کم از کم ایک سورہ یا ایک آیت ہی صحیح پیش کر کے بتاؤ؟ اللہ رب العزت والجلال کا ارشاد ہے۔ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَـذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً (الاسراء:۸۸) آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمام انس وجن مل کر اس قرآن جیسا لانا چاہے تو اس جیسا نہیں لاسکیں گے چاہے ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

اسی طرح اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُواْ شُهَدَاءكُم مِّن دُونِ اللّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (سورہ بقرہ:۲۳) ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورہ بنالاؤ تمہیں اختیار ہے کہ اللہ کے سوا اور اپنے مددگار کو بھی بلالو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

یہ قرآن کریم کی صداقت کی ایک واضح دلیل ہے کہ عرب وعجم کے تمام کافروں کو چیلنج دیا گیا وہ آج تک اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

قرآن مجید کا اعجاز: قرآن مجید کا اعجاز اس کی ایسی خصوصیات اور اوصاف پر مبنی ہیں جو کسی انسان کے بس کی بات نہیں یہ اعجاز صرف فصاحت و بلاغت میں نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کا اعجاز مختلف پہلوؤں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جن میں چند نمایاں پہلو درج ذیل ہے۔

اخلاقی و قانونی اعجاز: قرآن نے ایک ایسا عدل وانصاف پر مبنی نظام پیش کیا جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کی تعلیمات قیامت تک انسانیت کے لیے مشعل راہ ہیں۔

قرآن کی پیشنگوئیاں: قران کریم میں کئی پیشنگوئیاں کی گئی ہیں جیسے رومیوں کی فتح کی خبر۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: الم غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُون (سورہ روم ا۔۳) رومی مغلوب ہوگئے ہیں نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ یہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چند سال بعد ایسا ہوا کہ فارس کی حکومت جو غیر اللہ کے پجاری تھے عیسائی حکومت چونکہ عیسائی بھی مسلمانوں کی طرح اہل کتاب تھے پر غالب آگئی، جس پر مشرکوں کو خوشی اور مسلمانوں کو غم ہوا۔ اس موقع پر قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں۔ جن میں یہ پیشنگوئی کی گئی کہ چند سالوں کے اندر رومی پھر غالب آجائیں گے۔ غالب مغلوب اور مغلوب غالب ہوجائیں گے۔

منظر نگاری میں قرآن کریم کا اعجاز: قرآن مجید ایک کتاب الٰہی ہدایت کا بحر ذخار اور بے کراں سمندر ہے، جس کے تحت میں گوہر ہائے آبدار تابدار پوشیدہ و پنہاں ہیں، اس کی حکمت لا یزال پیغام دائمی و ابدی اور قانون سرمدی عالمگیری ہے، اسی طرح قرآن حکیم کے اندر موجود کچھ اثر انگیز سحر آگیں اور دل آفریں مناظر کو انوکھے انداز میں بیان کیا ہے۔ خواہ وہ اللہ رب العالمین کی وحدانیت کی منظر کشی ہو، یا مؤمنوں کے اوصاف کا بیان ہو، یا کافروں کے عقائد کا بیان، یا جنت اور اہل جنت کی تصویر کشی، یا جہنم اور اہل جہنم کا بیان، تخلیق آدم اور وجہ تخلیق بعثت ونشور اور انبیاء اور رسول کے بھیجنے کا سبب کی جو منظر کشی اور آداب معاشرت میں جو احکام اور وجوہات پر کیف انداز میں ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم اپنے اس سلوب و بیان میں پورا کا پورا سحر انگیز اور پر لطف ہے۔ اور منظر کشی میں نمایاں انداز رکھتا ہے۔

قرآن مجید کا علمی اعجاز: ان حیرت انگیز سائنسی حقائق پر مشتمل ہے جو صدیوں پہلے قرآن میں بیان کیے گئے، جبکہ جدید سائنس نے بعد میں دریافت کیا۔ یہاں چند نمایاں مثال پیش کی جارہی ہے۔ جیسے کائنات کی تخلیق اور پھیلاؤ۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔ وَالسَّمَاء بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ (سورہ ذریات:۴۷) اور آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور یقیناً ہم کشادگی کرنے والے ہیں۔

اسی طرح جنین کی تخلیق اور ارتقائی مراحل کے متعلق قرآن نے واضح طور پر بیان کیا کہ یقیناً ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دیدیا۔ پھر نطفہ کو جما ہوا خون بنادیا۔ پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا۔ پھر اس سے ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کیا۔ (سورہ مومنون 12-14)

اسی طرح سے سمندر کی تہیں اور پانی کی تقسیم، پہاڑوں کا کردار شہد کی مکھی کا طرز زندگی یہ تمام سائنسی حقائق آج کے دور میں جدید تحقیق کے ذریعے ثابت ہو چکے ہیں۔ جو قرآن کے علمی اعجاز کا ایک اور ثبوت ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ یہ ایک الہامی منزل من اللہ کتاب ہے۔ جسے اللہ نے سچائی اور ہدایت کے لیے نازل کیا ہے۔

روحانی اور اخلاقی اثر: قرآن مجید الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ ایسا کلام ہے جو دلوں کو بدل دیتا ہے، زندگیوں میں روشنی اور سکون پیدا کرتا ہے، اور

انسان کے اخلاق وکردار کو بہتر بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، اس کے اثرات فرد اور معاشرے دونوں پر پڑتے ہیں قرآن اللہ کا کلام ہے اور اسے پڑھنے سننے اور سمجھنے سے دلوں کو سکون اور اطمینان ملتا ہے۔ الَّذِينَ آمَنُواْ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّهِ أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب (سورہ رعد:۲۸) جو لوگ ایمان لائے ان کا دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل ہوتا ہے یادرکھو اللہ کے ذکر سے دلوں کو تسلی ہوتی ہے۔

نیز قرآن مجید ہمیں بہترین اخلاق اپنانے کی تعلیم دیتا ہے جیسے سچ بولنا، صبر کرنا، رحم دلی انصاف اور عاجزی کرنا۔

قانونی اور سماجی اصلاح: قرآن نے عرب کے جاہل معاشرے میں عدل ومساوات، خواتین کے حقوق اور اخلاقیات کی ایسی بنیاد رکھی جو آج بھی دنیا کے لیے مشعل راہ ہے، جرائم کی روک تھام قتل وچوری جھوٹ بددیانتی اور دیگر جرائم کے لیے واضح اور پرامن معاشرہ کی تشکیل کی رہنمائی موجود ہے۔ قرآن مجید صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ ایک مکمل اصلاحی منشور جو زندگی کے ہر پہلو کو درست سمت میں لے جانے کے لیے جامع ہدایت فراہم کرتا ہے۔

قرآن مجید کی تاثیر: قرآن مجید کی تاثیر بے مثال اور ہمہ گیر ہے۔ یہ محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے۔ جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ جب قرآن مجید کی تلاوت تدبر اور غور وفکر کے ساتھ کی جائے تو اس سے تلاوت کرنے والوں پر اور اسی طرح سننے والوں پر بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَن يُضْلِلْ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (سورہ زمر:۲۳) اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے۔ جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے۔ جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔ آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالی کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے اللہ کی ہدایت جسے چاہے یہ دکھا دیتا ہے اور جسے اللہ تعالی ہی راہ بھلا دے اس کا کوئی ہادی نہیں۔

احسن الحدیث سے مراد قرآن مجید ہے۔ ملتی جلتی کا مطلب اس کے سارے حصے حسن کلام، اعجاز و بلاغت، صحت معنی وغیرہ خوبیوں میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ یا یہ بھی سابقہ کتب آسمانی سے ملتا ہے۔ یعنی ان کے مشابہ ہیں۔ مثانی جس میں قصص وواقعات اور مواعظ واحکام کو بار بار دہرایا گیا ہے۔

قرآنی آیات سن کر بعض حق پسند غیر مسلموں کی آنکھوں میں بھی آنسو بہ نکلتے ہیں۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: وَإِذَا سَمِعُواْ مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُواْ مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ (سورہ مائدہ:۸۳) اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ کلام کو سنتے ہیں تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے ہیں۔ پس تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لے جو تصدیق کرتے ہیں۔ مذکورہ آیات کریمہ میں قرآن کریم سن کر ان پر جو اثر ہوا اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اور ان کے ایمان لانے کا تذکرہ ہے۔ قرآن کریم میں بعض اور مقامات پر اس قسم کے عیسائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلّهِ (سورہ ال عمران 199) یقیناً اہل کتاب میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور اس کی کتاب پر اور جو تم پر نازل ہوئی، اور اس پر جو ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں، اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں۔

اگر قرآن مجید پہاڑ جیسی عظیم مخلوق پر نازل کیا جاتا وہ بھی خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔ لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (سورہ حشر 21) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے وہ اللہ کے خوف سے پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

یعنی اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں فصاحت و بلاغت، قوت استدلال اور وعظ ونصیحت کے ایسے پہلو بیان کیے ہیں کہ انہیں سن کر پہاڑ بھی باوجود اتنی سختی اور وسعت و بلندی کے خوف الہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا یہ انسان کو سمجھایا اور ڈرایا جا رہا ہے کہ تجھے عقل وفہم کی صلاحیتیں دی گئی ہیں لیکن اگر قرآن سن کر تیرا دل پر کوئی اثر قبول نہیں کرتا تو تیرا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

قرآنی آیات سن کر اہل ایمان کے دل کانپ اٹھتے ہیں وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (سورہ حج 35) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے انہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

اسی طرح قرآنی آیات سن کر اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُون (سورہ انفال:۲) ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں، اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآنی آیات کی تلاوت فرماتے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر آپ بہت زیادہ متاثر ہوتے تھے۔ احادیث میں یہ سارے واقعات

موجود ہیں ان میں سے ایک روایت جس کو سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا آپ کو میں پڑھ کر سناؤں وہ تو آپ پر نازل ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دوسروں سے سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کو سورہ نساء سنانی شروع کی جب میں **فکیف اذا جئنا من کل أمة بشهيد وجئنا بک علی هؤلاء شهيدا** پر پہنچا تو آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ، میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے(صحیح بخاری 4582- صحیح مسلم 800)

قرآن مجید اس قدر موثر ہے کہ جو لوگ اس کے دشمن تھے وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جیسا کہ کئی صحابہ کرام کے واقعات ہیں جو قبول اسلام سے پہلے اسلام کے سخت دشمن تھے۔

لیکن جب قرآن مجید کی تلاوت سنی تو ان کے دل نرم ہو گئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

قرآن مجید کی تاثیر ہر زمانہ میں قائم رہی ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے دل و دماغ معاشرت اور زندگی کے ہر پہلو کو سنوار سکتی ہے۔

قرآن مجید کے فضائل: قرآن مجید کے نزول کی رات لیلۃ القدر میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ یعنی 83 سال کی عبادت کے ثواب سے زیادہ ہے۔ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سورہ القدر) بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور تو کیا جانے کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

قرآن مجید پوری انسانیت کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (سورہ بقرہ:۲) اس کتاب کے اللہ کی کتاب ہونے میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔

قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفاعت کرے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اقرؤوا القرآن فانه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه** (صحیح مسلم-1337) تم لوگ قرآن پڑھتے رہا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے شفاعت کرے گا۔ کائنات میں قرآن سیکھنے اور سکھلانے والے سب سے افضل ہیں۔ سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **خیرکم من تعلم القرآن وعلمه** تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا۔(بخاری-5027)

دوسری روایت میں ارشاد فرمایا: **ان أفضلكم من تعلم القرآن وعلمه** یقیناً تم میں سب سے افضل وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھلایا(صحیح بخاری 5028)

ساری دنیا حق کی متلاشی اور پیاسی ہے ادیان کے جور وظلم سے اکتا چکی ہے، اور کسی امن و آشتی والے دین کی انتظار میں ہیں، اور وہ دین دین فطرت اسلام ہے۔ ارشاد باری ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ (سورہ بقرہ 185) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں- اس کتاب عظیم کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ جل شانہ نے لے رکھی ہے۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (سورہ حجر:۹) بیشک یہ ہم نے ہی ذکر قرآن مقدس کو اتارا اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں

اسی طرح دوسرے مقام میں رب العالمین کا ارشاد ہے۔ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (سورہ قیامہ:۱۶۔۱۷) اور اے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے پڑھنے کے لیے زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلدی یاد کر لو اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ اس مقدس کتاب کو کوئی ناپاک انسان ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے اس کے بارے میں شکوک وشبہات کے بازار گرم کرنے والے خود اپنی دنیا اور آخرت بگاڑنے کے علاوہ اس کے ادنی زیر وزبر بھی ذرہ برابر ہیرا پھیری نہیں کر سکتے۔ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (سورہ فصلات-42)

جس کے پاس باطل پھٹک نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے

قرآن مجید میں اعتقادی روحانی شفا کے ساتھ ساتھ جسمانی طبعی شفا وعلاج بھی موجود ہے ارشاد باری تعالی ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاء وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلاَ يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إَلاَّ خَسَاراً (سورہ اسراء:۸۲) اور ہم قرآن سے جو کچھ نازل کرتے ہیں وہ مؤمنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے خسارہ میں تو اضافہ ہی کرتا ہے۔

قرآن روحانی اور جسمانی بیماریوں کے لیے شفا کا ذریعہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآنی آیات سے دم کرنے اور مختلف سورتوں سے جیسے "سورہ فاتحہ" اور "سورہ فلق" اور "سورہ ناس" کو شفا کے لیے پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کے تعامل سے بھی ثابت ہے۔ جو احادیث کے کتاب میں موجود ہے۔ قرآن کا ماہر معزز ومکرم فرشتوں کے ساتھ ہوگا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **الذی یقرأ**

القرآن وهو ماهر به مع السفرة الكرام البررة، والذى يقرأ القرآن ويتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران قرآن مجید کا ماہر معزز ومحترم فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے لیکن لکنت کے ساتھ اور پڑھنا اس پر مشکل ہو اس کے لیے بھی دوگنا اجر ہے۔(متفق علیہ)

صاحب قرآن و حافظ قرآن کی فضیلت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: يقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل فى الدنيا فان منزلک عند أخر آية تقرؤها صاحب قرآن (حافظ) قرآن اور اس پر عمل کرنے والے کو کہا جائے گا قرأت کرتے جاؤ اور جنت کی سیڑھیوں پر چڑھتے جاؤ اور ترتیل کے ساتھ پڑھو جیسا کہ تم دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے پس تمہاری منزل وہاں ہوگی جہاں تم آخری آیات ختم کروگے۔(ابوداؤد-1464)
نیز اور ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اس کو یاد کیا اور اس پر عمل کیا قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی۔(مسند احمد-.15645) قرآن مجید ایک ایسی الہامی کتاب ہے جو انسان کی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعے انسان کے مراتب بلند کرتا ہے اور ان کو عزت اور عظمت عطا فرماتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ان الله يرفع بهذا الكتاب أقواما، ويضع به آخرين بیشک اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلندیاں نصیب کرتا ہے اور کچھ لوگوں کو نیچے گرادیتا ہے۔

قرآن مجید انسانیت کے لیے راہ نجات ہے:

قرآن کریم پوری انسانیت کے لیے ہدایت رحمت اور راہ نجات ہے۔ یہ اللہ تعالی کا وہ کلام ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (سورہ اسراء:۹) قرآن سیدھا راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام میں باری تعالی کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا (سورہ نساء۱۷۴-۱۷۵) اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند اور دلیل آپہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے۔ پس جو لوگ اللہ تعالی پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے پکڑ لیا انہیں تو وہ عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں لے لے گا اور انہیں اپنے طرف کی راہ راست دکھلائے گی۔

برہان ونور سے مراد قرآن کریم ہے۔ جو کفر وشرک کی تاریکیوں میں ہدایت کا نور ہے ضلالت کی پگڈنڈیوں میں صراط مستقیم اور حبل اللہ المتین ہے۔ پس اس کے مطابق ایمان لانے والے اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے مستحق ہوں گے۔

حجۃ الوداع کے مشہور ومعروف خطبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ترکت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله اور یقیناً میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ جارہا ہوں، جسے تم نے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، اور وہ ہے اللہ کی کتاب قرآن مجید} صحیح مسلم۔12 اور دوسری روایت میں ہے۔ ان تمسسكم به كتاب الله وسنة رسوله ،اگر تم نے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ ہے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔(سنن للمروزی۔78)

قرآن مجید حبل اللہ ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں تو دوسرا سرا انسانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان هذا القرآن سبب طرفه بيد الله وطرفه بأيديكم فتمسكوا به فانكم لن تضلوا ولن تهلكوا بعده.

یہ قرآن مجید ایک مضبوط رسی ہے۔ جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے تو دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں، پس تم لوگ اسے مضبوطی سے پکڑ لو تم کبھی اس کے بعد ہلاک ہوگے اور نہ گمراہ ہوگے (السلسلۃ الصحیحۃ۔713)

قرآن کریم ایک دعوتی کتاب ہے۔ اور اس میں دعوت وتبلیغ کے بے شمار گر موجود ہیں۔ اس کا مخاطب کوئی ایک قوم جماعت یا مذہب نہیں بلکہ پوری انسانیت ہے۔ جیسا کہ قرآن میں هدى للناس کہا گیا ہے۔ اور اسی کی طرف دعوت دینے کا انسان مکلّف بھی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (سورہ نحل 125) اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔ درحقیقت قرآن کا نزول اس لیے ہوا کہ دنیا کو اللہ کی مرضی اور اسکیم سے آگاہ کیا جائے، خالق کا راستہ مخلوق سے جوڑا جائے اور بھولی بھٹکی انسانیت کو امن وسلامتی کی روشن اور واضح راستہ پر گامزن کیا جائے جس کی وہ فطرتاً متقاضی ہے۔

آخر میں ہم اللہ رب العزت والجلال سے دعا گو ہیں کہ رب العزت ہم سب کو تلاوت قرآن اور حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ اس میں تدبر اور غور وفکر کی بھی توفیق دے اور اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

☆☆☆

شہاب الدین عبدالرشید الفیضی

مہمان نوازی-قرآن وحدیث کی روشنی میں

مہمان نوازی ایمان کی علامت اور انبیاء عظام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ثابتہ ہے قرآن عظیم والفرقان الحمید میں اللہ جلّ علا نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ والسلام کی مہمان نوازی کا تذکرہ سورہ ہود 49، الحجر 52 اور الذاریات وغیرہ میں بڑے ہی عمدہ اور بہتر طریقے سے کیا ہے علاّمہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ انسان ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کی ابتدا فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنے والے مہمان کی میزبان کرنا آداب اسلام اور مکارم اخلاق میں سے ہے انبیاء وصلحاء کرام کی عادت ہے اسی لیے جمہور علماء نے بھی مہمان نوازی کو سنت اور مستحب قرار دیا ہے۔

نبی اکرمؐ جب غار حرا میں مصروف عبادت تھے تو جو سب سے پہلے وحی سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت کا مرحلہ نہایت خوفناک اور ہیبت ناک تھا نبی رحمت حاملِ وحی خوف زدہ اپنی پہلی شریک حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد کی خدمت میں آئے اور کہا زَملونی زملونی مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دوانہوں نے کمبل اوڑھا دیا یہاں تک کہ آپ کا خوف جاتا رہا۔ حضرت نے ان کو پورا واقعہ گوش گزار کر کے فرمایا: ''لقد خشيت على نفسى ،، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے حضرت خدیجہ نے فرمایا: كلا والله ما يحزنك الله ابدا، انك لتصل الرحم، و تحمل الكل وتكسب المعدوم، وتقرى الضيف، وتعين على نوائب الحق (البخاری جلد اول صفحہ 3) ہرگز نہیں! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں فرمائیں گے آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں مصیبتیں اُٹھاتے ہیں۔ معلوم ہوا حاملِ وحی رحمت عالم کی بہت ساری صفتوں میں سے ایک عظیم صفت تقری الضیف، یعنی مہمانوں کی مہمان نوازی بھی تھی میزبان سے آپسی تعلقات بڑھتے اور مضبوط ہوتے ہیں اس سے متنفر اور دشمن قریب ہوتا ہے اور محبت و پیار میں چار چاند لگتا ہے اس لیے نبی رحمت نے فرمایا: ايها الناس افشو السلام ، و اطعموا الطعام وصلو بالليل والناس نيام ، تدخلو االجنة بسلام ،، سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ اور لوگ جب سو جائیں تو رات میں نماز پڑھو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

ایک جگہ محسن انسانیت نے فرمایا: عن أبي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه ومن كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت (البخاری رقم 6136)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر اور عزت کرے، جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسکو چاہئے کہ بھلی بات کہے یا چپ رہے۔ اس حدیثِ نبوی سے جہاں پڑوسی کی عزت اور بھلی اور عمدہ بات کہنے کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے وہیں مہمان کی خاطر ومدارت کی بھی بڑی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے: عن أبي شريح الكعبي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه جائزته يوم ليلة والضيافة ثلاثة أيام فما كان بعد ذلك فهو صدقة ولا يحل له ان يثوى عنده حتى يحرمه (بخاری رقم الحدیث 6135 کتاب الادب باب اکرام الضیوف وخدمتہ...الخ)

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو شخص اللہ رب العالمین اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی تعظیم و خاطر داری کرے، مہمان کے ساتھ تکلف واحسان کرنے کا زمانہ ایک دن اور ایک رات ہے اور مہمان داری کرنے کا زمانہ تین دن ہے اس (تین دن) کے بعد جو دیا جائیگا وہ ہدیہ ہے کہ وہ میزبان کے ہاں تین دن کے بعد اس کی استدعا کے بغیر ٹھہرے کہ وہ تنگی میں مبتلا ہو جائیگا مذکورہ حدیثوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ مہمانوں کی عزت وخدمت کرنا ایمان کامل کا ایک جزء اور حصہ ہے مہمانوں کی پوری عزت وخاطر نہ کرنے والے پورے مومن نہیں۔

افسوس آج بہت سے لوگ ملیں گے وہ چاہئے عالم ہوں یہ جاہل اگر متعلقین اور مطلب کا ہے تو جان نچھاور کر دینگے مگر انجانا اور ناآشنا ہوگا تو خاطر ومدارات تو دور کی بات ہے سلام ومصافحہ کے بھی روادار نہیں اور اگر مہمان عقیدت ومحبت میں لپک کر سلام کر ہی لے تو خیریت پوچھنی اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جب کہ مہمان کا بہت بڑا حق ہے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :وان لـزورک علـیک حقـا (بخاری کتاب الآداب باب حق الضیف رقم الحدیث 6134) یعنی تم سے ملاقات کے لئے آنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔

اس لئے نبی رؤف الرحیم اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام مہمانوں کی بڑی خدمت کرتے تھے بعض دفعہ خود نہیں کھاتے تھے مگر اپنے مہمانوں کو ضرور کھلاتے تھے جیسا کہ رب کائنات نے فرمایا: وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر 9) اس آیت کریمہ کی شان نزول میں بُخاری شریف کتاب التفسیر رقم الحدیث 4889 میں حضرت ابوطلحہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے مہمان نوازی کا واقعہ نہایت سبق آموز ہے (اس واقعہ کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں اور بقول علاّمہ رازی مہمان بھی حضرت ابو ہریرہ ہی تھے) جو مشہور و معروف ہے اس واقعہ سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہوئے ہم سب کو حرز جان بنانا چاہئے۔

مہمان اگر میزبان کا حق نہ ادا کرے تو وہ اپنا حق وصول سکتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں (تبلیغ وغیرہ کے لئے) بھیجتے ہیں اور راستے میں ہم بعض قبیلوں کے گاؤں میں قیام کرتے ہیں لیکن وہ ہماری مہمانی نہیں کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہم سے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کے پاس جا کر اترو اور وہ جیسا دستور ہے مہمانی کے طور کچھ تم کو دیں تو اسے منظور کرلو: فـان لم يفعلوا، فخذوا منهم حق الضيف الذي ينبغي لهم یعنی اگر نہ دیں تو مہمانی کا حق کے قاعدے کے موافق ان سے وصول کرلو (بخاری شریف کتاب الآداب باب اکرام الضیف وخدمتہ ایاہ بنفسہ رقم الحدیث 6137،2461)

اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہمانوں کی میزبانی کا حق بالکل اظہر من الشمس ہے جو لوگ مہمانوں کی تواضع اور عزت و خاطر نہیں کرتے وہ ان کے حق کو مارتے ہیں ایسے لوگوں کو سورہ کہف آیت نمبر 77 سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے جس میں جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام نے ایک گاؤں میں پہنچ کر بطور مہمان کھانا مانگا مگر ان لوگوں نے کھانا دینے سے صاف انکار کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان بدبختوں کی برائی قیامت تک کے لئے قرآن مجید میں بیان کر دی لہٰذا اس واقعہ میں بھی ہمارے لئے کافی عبرت کا سامان موجود ہے۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر ہم اپنے مہمانوں کی عزت واحترام اور خاطر و مدارات کریں گے تو جب ہم ان کے یہاں جائینگے تو وہ بھی ہماری خدمت کرینگے دنیا کا عام دستور یہی ہے لیکن مسلمانوں میں اس کی بڑی اہمیت ہے صفات عالیہ کی تکمیل اور مکارم اخلاق کی رفعت و بلندی کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ مہمان کی عزت واحترام کے ساتھ خاطر تواضع کی جائے مہمان کی خدمت اتنی اہم ہے کہ اس کو ایمان کا جزء بتایا گیا ہے۔

مہمان نوازی تواضع کا ایک جزء ہے

مہمان نوازی ایک خاکساری اور تواضع کا مسئلہ بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتنزع الرحمة الا من شقي یعنی بدبخت سے ہی رحمت چھینی جاتی ہے۔ (ترمذی رقم الحدیث 1923)

ایک دوسری جگہ نبی رحمت نے فرمایا: یعنی بیشک اللہ نے ہمارے پاس وحی کی کہ ہم تواضع و خاکساری اختیار کریں تاکہ کوئی شخص ایک دوسرے کے اوپر فخر نہ کرے (صحیح مسلم)

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی، جس نے کسی بندے کو معاف کیا اللہ اس کی عزت بڑھا دی اور جس نے اللہ کے لئے تواضع اختیار کی اللہ جل شانہ نے اس کے مقام کو بلند کیا۔ معلوم ہوا جو تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بہت پسند کرتا ہے نیز تواضع سے غرور گھمنڈ ختم ہوتا ہے اور اللہ اس کے مقام و مرتبہ کو رفعت کی منزل تک پہنچاتا ہے۔

ہمارے چند اسلاف کی میزبانی:

حضرت شیخ الحدیث مبارک پوریؒ کے اندر تذلل تواضع اور خاکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب بھی کوئی مہمان آپ کی خدمت میں پہنچتا وہ جانا پہچانا ہو یا نہ ہو بذات خود بدست خود میزبانی کرتے، کبر و غرور تو بالکل نام کا بھی نہ تھا۔ ہیچمدان جامعہ فیض عام مئو کی عہد طالب علمی میں غالباً 1984ء اور پھر زمانہ معلّمی 92-1987ء موضوع بندی کلاں محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ موجودہ مؤ سے بارہا آپ کی خدمت میں بغرض ملاقات اور حل مسائل کے لیے پہنچا، آں موصوف کی شرف میزبانی دیکھ کر دل میں سیرۃ الصحابہ کے نقوش آنکھوں کے سامنے عود کر آتے، باصرار کہتا شیخ میں خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر لیتا ہوں، چائے بنا لیتا ہوں، اسی طرح دیگر کام مگر شیخ محترم کہاں ماننے والے وہ کہتے آپ ہمارے مہمان ہیں لہٰذا میزبانی کا شرف مجھ کو ہے۔

شیخ اصغر علی امام مہدی کی میزبانی:

اسی طرح ہم نے شیخ اصغر علی امام مہدی حفظ اللہ وتولاہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو دیکھا، ایک سال رمضان المبارک سے قبل مدرسہ ریاض العلوم السّلفیہ ترکلوا کی توصیہ کے لیے پہنچا، دہلی اسٹیشن پر پہنچا ہی تھا کہ ایک چور ہمارا بیگ لیکر بھاگ ہوگیا، میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا کیونکہ اسی بیگ میں ہمارے سارے سامان کے ساتھ ہمارے اور دیگر مدارس کی توصیات تھیں، اسی لیے مجھے اپنے سامان سے زیادہ توصیات کی فکر تھی کہ اب کیا ہوگا توصیات کیسے ملیں گی، بندھے پاؤں مرکز پہنچا شیخ کی آمد پر ساری بات ان کو گوش گزار کیا کافی متفکر ہوئے ایک لمحہ کے بعد پوری تسلی دیتے

ہوئے گویا ہوئے آپ گھبرائیں نہیں، پہلے چائے پانی پیئیں پھر آپ کی ساری ضرورت پوری کی جائے گی پہلے آپ غسل سفر کرلیں اور یہ رقم لیں اور بازار سے اپنے لیے ضروری چیز اور کپڑا وغیرہ خرید لیں میں نے کہا شیخ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے بس مطلوبہ توصیات عنایت کردیں انہوں نے کہا وہ تو ملے گا ہی پہلے اپنی ضرورت کی چیزیں لے لیں میں نے باصرار کہا مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے نقدی ہمارے جیب میں تھے اور ہیں وہ نہیں چوری ہوئی ہے۔ شیخ تقریبا شام تک مرکز میں رہے اس درمیان کئی بار ہمارے پاس آ آ کر کہتے آپ شرما رہے ہیں آپ رقوم لے لیں اور اشیاء ضروری خرید لیں لیکن میں نے ہر بار نفی میں جواب دیا اور پیسے لینے سے انکار کر دیا آخرش جب ان کی روانگی کا وقت آیا تو پھر چلتے چلتے مجھ سے وہی اصرار کیے مولانا اب میں جارہا ہوں آپ پیسہ لے لیں شرمائیں نہیں۔ یقیناً آپ موصوف ایک لوٹ جانے والے مسافر کی تکلیف کو دل سے محسوس کررہے تھے اس لیے آپ کا دل بغیر دیے نہیں مانتا تھا۔ مگر ادھر سے برابر انکار ہی انکار رہا میں ان کے اس اسوہ سے بہت زیادہ متاثر ہوا، ان کا شکریہ ادا کیا اور دل سے دعائیں دیں۔ دوسرے دن توصیات مل گئے اور میں مدرسہ کو لوٹ آیا۔ سچ ہے۔

وان لزورک علیک حقا یقیناً تیرے مہمان کا تجھ پر بڑا حق ہے۔ (بخاری کتاب الآداب باب حق الضیف))

ضیافت اور اسوہ ابراهیمی:

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے مہمانوں کی بڑی قدر اور عزت کرتے تھے۔ جن کا تذکرہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر ہے۔ آئیے اس پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں اور اس سے جو نکات مستخرج ہوتے ہیں اس پر غور کرکے عمل کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاء بِعِجْلٍ سَمِينٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُون فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (سورہ الذاریات:24-28)

ترجمہ۔ اے نبی کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟ وہ جب ان کے پاس آئے تو سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں سلام دیا۔ (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں۔ پھر (چپ چاپ بعجلت) اپنے گھر والوں کی طرف گئے۔ اور ایک فربہ کا بھنا گوشت لائے۔ اور اسے ان کے پاس رکھا۔ اور کہا کھاتے کیوں نہیں؟ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوف زدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے۔ اور انہوں نے اس (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی؛؛

حضرت ابراہیم کے پاس آنے والے فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے۔ اور اسی لیے حضرت ابراہیم نے ان کی ضیافت کی۔

چند نکات :

1۔ مہمان ومیزبان میں گفتگو کا آغاز باہمی سلام سے ہونا چاہیے؛ خصوصا پہلے آنے والا اسلام کرے۔ جیسا کہ ان مہمانوں نے کیا تھا۔ اور میزبان بھی ان کے سلام کے جواب میں بہترین انداز میں جواب دے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام قبل الکلام، بات چیت سے پہلے سلام ہونا چاہیے (ترمذی رقم 2699 اسنادہ ضعیف) وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّواْ بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا (نساء 86)

2۔ مہمان کو عمدہ جگہ ٹھہرائیں۔ اور فورا اس کے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہیے۔ کیونکہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے سلام کے بعد فی ا لفور طعام کا سامان مہیا کیا؛ حدیث میں بھی ہے۔ جو شخص اللہ اور یوم قیامت کو سچا جانتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا جائز عزت کے ساتھ ایک دن اور ایک رات مہمان نوازی کرے۔

3۔ مہمانوں کا کھانا ان کو بتا کر نہیں تیار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ آج کل کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ پوچھتے ہیں کھانا بنواؤں ضرورت کے باوجود از راہ تکلف نفی میں جواب دیتا ہے۔ اس کھانا کو پوشیدہ طور پر نگاہ سے بچا کر تیار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ۔ فراغ ،کے لفظ سے مترشح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام چپکے سے الگ ہوکر گھر چلے گئے۔

قوم منکرون،، سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آشنا ہو یا نا آشنا نیز مسلم ہو یا غیر مسلم جو بھی مہمان بنے اس کی میزبانی کی جائے گی جیسا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کی آمد پر میزبانی کی جو ایک ایک کرکے سات بکریوں کا دودھ پی گیا اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں ،اور آپ کے اخلاق حسنہ کو دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔ مہمانوں کی نشست وبرخاست اس کے لیے اہل وعیال سے (حتی الامکان) جدا جدا ہونی چاہیے تاکہ مہمان ومیزبان کے اہل کو تکلیف نہ ہو؛ جیسا کہ فراغ الی اھلہ سے ظاہر ہے۔۔ فراغ الی اھلہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میزبان کو کسی نہ کسی بہانے مہمانوں سے الگ ہوجانا چاہیے تاکہ مہمان دیگر ضرورتوں سے فارغ ہوکر کچھ آرام کر لے۔ اور اس کو تکلیف نہ ہو۔۔ فقر به اليهم ؛؛ سے معلوم ہوا کہ مہمانوں کے سامنے کھانا پیش کرنا چاہیے۔ کھانے کا حکم نہیں دینا چاہیے ہاں اگر نہ کھائیں تو پیار سے کہنا چاہیے آپ لوگ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔

۔ اگر مہمان کھانا نہ کھائے تو کوئی وجہ ہوسکتی ہے۔ اس لیے اگر ناراضگی نہ ہو تو کچھ نہ کچھ کھالینا چاہیے۔ نیز مہمان کے نہ کھانے پر میزبان سے وجہ پوچھ سکتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولاتِ زندگی اور فضائل

محمد صادق سیالکوٹیؒ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تحمید، تہلیل، تکبیر، تقدیس، تمجید، اور ذکر سے تر رہتی تھی۔ سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے، کھاتے، پیتے، چلتے پھرتے، ہر گھڑی، ہر لحہ، اللہ کی حمد وستائش کا آب حیات نوش جان فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی حمد اور شکر اس حد تک کرتے، کہ کوئی بھی ذریت آدم میں سے اتنا نہیں کرسکا۔ غور کریں، کہ جب آپ بیت الخلا سے فارغ ہوکر نکلتے۔ تو اس طرح شکر کرتے۔

الحمد لله الذی اذهب عنی الاذی وعافانی (مشکوٰۃ شریف)
''سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے۔ جس نے دور کی مجھ سے پلیدی، اور عافیت دی مجھ کو''

نوٹ: جس کا بول و براز بند ہوجائے۔ یہ پلیدی خارج نہ ہو، تو وہ متعدد امراض کا شکار ہوجاتا ہے جو مہلک بھی ہوسکتی ہیں۔ اور دائمی قبض والے تو کئی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ جب تک ہر روز اجابت بافراغت نہ ہو، آدمی کی صحت درست نہیں ہوسکتی۔ تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجابت بافراغت پر اللہ کا شکر کیا کہ اس نے اس ایذا کو دور کر کے، صحت اور عافیت بخشی۔

کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فراغت کے بعد اس طرح حمد کرتے:

الحمدلله اذاقنی لذته وابقی منی قوته و اذهب عنی اذاه غفرانک (طبرانی شریف) ''سب تعریف اللہ کے لئے ہے کہ چکھائی اس نے مجھے لذت کھانے کی، اور باقی رکھی مجھ میں قوت اس کی اور دور کی مجھ سے پلیدی اس کی۔ خدایا ہم تیری پردہ پوشی چاہتے ہیں۔''

نوٹ: یعنی حمد ہے اس ذات لم یزل کی جس نے بے شمار قسم کے کھانے اور پینے کی چیزوں کی لذت بخشی، بہت سے اثمار وفواکہ کے ذائقوں، اور مزوں سے کام ودہن اور جسم وجان کو فائدہ پہنچایا۔ اور پھر ان غذاؤں، اور سب مشروبوں کی قوت، طاقت، تفریح، تسکین، اور سب فوائد کو جسم میں باقی رکھا اور فضلات کو جو مضر تھے، ان کو خارج کردیا۔ یعنی ماکولات، اور مشروبات کے منافع کو جسم میں باقی رہنے دیا۔ اور مضار کو بصورت بول وبراز دفع کردیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر بھی اللہ کی حمد بجالارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جیسی اور جتنی حمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آئی۔ تو کہا۔ الحمد للہ۔ ''اللہ کا شکر ہے۔''

چھینک سے (زکام کی چھینکوں سے نہیں) کوئی موذی مادہ دماغ سے خارج ہوتا ہے۔ جس سے سکون، اور راحت ملتی ہے، حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی اللہ کا شکر کرتے ہیں۔

جب خواب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے، تو یوں شکر کرتے:

الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیه النشور ''سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ جس نے زندہ کیا (جگایا) ہم کو بعد مارنے (نیند) کے اور اسی کی طرف سب نے لوٹنا ہے۔'' (بخاری شریف)

نیند موت کے مشابہ ہے۔ سوئے ہوئے آدمی کو اللہ ارسال روح سے جگادے۔ تو وہ جاگ اٹھے گا۔ ورنہ سوتا ہی ''سو'' جائے گا۔ پس خواب سے بیدار ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا شکر کرتے۔ جس نے ''موت'' کے بعد ''زندہ'' کردیا۔ اور بالآخر سب کو اپنے حضور لا حاضر کرے گا۔

جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا پہنتے تو یوں حمد کرتے:

الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی (ترمذی شریف) ''سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے پہنائی مجھ کو وہ چیز جس سے ڈھانپا میں نے اپنی شرمگاہ کو اور زینت حاصل کرتا ہوں، ساتھ اس کے اپنی زندگی میں''

بے شمار درود وسلام احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک پر کہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر کرتے ہیں کہ اس نے پہننے کے لئے لباس بخشا جس سے عریانی کو ڈھانپتے ہیں۔ اور ساتھ ہی زینت وزیبائش بھی حاصل ہوتی ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد یوں شکر کرتے:

الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین ''سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے کھلایا ہم کو اور پلایا ہم کو اور کیا ہم کو مسلمانوں سے'' (حصن حصین)

اگر اللہ تعالیٰ زمین سے غلہ اور اناج نہ اگائے۔ اور زمین سے پانی نہ نکالے، تو روٹی پانی نہ ملنے کے باعث سب ہلاک ہوجائیں۔ صرف اس کی ربوبیت کے باعث ہی انسان کھانا کھاکر پانی پی کر، اور ہوا سانس کیساتھ اندر لے جاکر زندہ

رہتا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ان نعمتوں پر شکر گزار ہیں۔اگر ہم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمدوں،تعریفوں،شکروں اور اذکار کے پھولوں کو اکٹھا کریں۔ تو اتنا وسیع وعریض چمن زار بن جائے کہ اس پر جنت الفردوس کو بھی رشک آئے۔

اگر حدیث کی کتابوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات واذکار کو ہم یہاں تحریر کریں۔تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔اس موضوع پر ہم دو کتابیں لکھ چکے ہیں رحمت عالمؐ کی دعائیں۔حزب الرسولؐ یہ دونوں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ رحمتِ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی احمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔اللہ کی بہت بہت حمد کرنے والے۔

اسمِ ماحی کا حسن: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وانا الماحی** اور میرا نام ماحی (بھی) ہے۔**الذی یمحوا اللہ بی الکفر** ''کہ مٹاتا ہے اللہ ساتھ میرے کفر کو''

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل سارا عرب شرک کی تمام اقسام کی زہر آلود مے میں مدہوش،اور کفر کے منجدھار میں غرقاب تھا۔کافروں اور مشرکوں کے نجس عقائد واعمال کی تاریک رات چھائی ہوئی تھی۔اور اس گھٹا ٹوپ میں خیر کی کوئی کرن دکھائی نہ دیتی تھی۔سارا معاشرہ رذائل کے تالاب میں ننگا نہاتا تھا۔

جب نبی کریم رحمت للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ بار ہوئے۔تو آپ کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کی روشنی سے کفر اور شرک کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔تیرہ برس آفتاب نبوت،مکہ میں ضیا بار رہا۔اور دس سال مدینہ میں ضو ریز اتنے عرصہ میں صدیوں کی چھائی ہوئی شب یلدا سیماب پا ہوگئی۔شرک مٹ گیا اور کفر کا نام ونشان نہ رہا۔سب لوگ آخرت پر ایمان لے آئے،رسالت کے نور میں چلنے لگے۔اور توحید کا آب حیات پی کر زندہ وجاوید ہوگئے۔دور جاہلیت میں یہ لوگ دوزخ کے گڑھے پر کھڑے تھے۔اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیاباں خیاباں ارم ہوگئے۔رضی اللہ عنہم اس ماحی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا بے شمار درود وسلام ہو۔

حاشر رسولؐ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وانا الحاشر** ''اور میرا نام حاشر (بھی) ہے'' **یحشر الناس علی قدمی** ''اٹھائے جائیں گے لوگ (قیامت کو) میرے قدم پر''

جب قیامت آئے گی،تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے اٹھیں گے۔پھر اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قبروں سے اٹھیں گے۔گویا لوگوں کا حشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوگا۔عرصہ محشر میں پہلے آپ قدم رکھیں گے،پھر ان کے قدم پر ساری اولاد آدم کے قدم ہوں گے۔یہ بات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لامثال فضیلت پر دلالت کرتی ہے کہ لوگوں کا حشر آپ کے قدم پر ہوگا۔ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم،پیچھے ساری خلقت۔

عاقب نبی صلی اللہ علیہ وسلم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وانا العاقب** ''اور میرا نام عاقب (بھی) ہے''۔

الذی لیس بعدہ نبی ''اور عاقب وہ ہے کہ نہ ہو پیچھے اس کے کوئی نبی''

عاقب کے معنی ہیں پیچھے آنے والا۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے پیچھے آئے ہیں کہ نبیوں کی فہرست ہی ختم ہوگئی ہے۔آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے۔ان میں سے ہر نبی کا ایک دور تھا۔جب وہ دور ختم ہوتا۔تو پھر اور پیغمبر آجاتا تھا۔یہاں تک کہ بیک وقت سینکڑوں انبیاء دنیا میں آتے رہے ہیں۔یہ سلسلہ انبیاء کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک رہا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چھ سو سال بعد،ایک لاکھ کئی ہزار رسولوں اور نبیوں کے منتظر اور مبشر رسولؐ حضرت محمد بن عبداللہ وہ تاج رسالت زیب سر کر کے تشریف لائے جس میں ختم نبوت کا ہیرا جگمگا رہا تھا یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالِ ختم نبوت۔

مقفی نبی: حضرت ابی موسیٰ اشعری کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام مقفی اور ایک نام نبی التوبہ،اور نبی الرحمت بھی آئے ہیں (مسلم)

مقفی کے معنی ہیں سب پیغمبروں سے پیچھے آنے والا۔اوپر عاقب کے معنی بھی یہی ہیں۔یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے پیچھے آئے ہیں۔نبیوں،اور رسولوں کی لسٹ پر آپ کا نام آخر میں ہے۔آپ کے بعد کوئی سچا اللہ کا فرستادہ نبی نہیں آئے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اتنی طاقتور،روشن اور تاباں ہے کہ قیامت تک کے ادوار کے لئے ضو ریز رہے گی،جب کسی چراغ سے تیل ختم ہوجاتا ہے۔تو وہ چراغ گل ہوجاتا ہے۔لیکن چراغ نبوت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ نے روغن اسوہ حسنہ اس قدر ڈال دیا ہے کہ وہ قیامت تک چراغ کو روشن رکھے گا حوادث کے جھکڑ،اور آندھیاں چراغ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔سراج منیر تا نور نیرین جلتا رہے گا۔ اور دنیا کو روشن رکھے گا۔

نئے نبی کی ضرورت اس صورت میں پڑتی ہے۔جب پہلے نبی کی تعلیم مسخ ہوجائے،یا مٹ جائے۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی سیرت،اور اقوال وافعال کی شمع اور آپ پر نازل شدہ قرآن کے نور کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہوا ہے۔نبوت بھی قیامت تک چلے گی اور نبوت کا معجزہ قرآن کریم بھی تا حشر زندہ رہے گا۔دین اسلام جو عبارت ہے قرآن وحدیث سے۔یہ نہ مسخ ہوگا۔نہ مٹے گا،اس خزانے کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک جماعت کو قیامت تک قائم رکھے گا۔جو اس کی حفاظت کرتی رہے گی،اور تائید ایزدی اس کے شامل حال ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کی نشانی یہ بتائی ہے۔**ما انا علیہ واصحابی** ''جس راستے پر میں ہوں اور (میرے پیچھے چلنے والے) میرے صحابہ ہیں۔(مشکوۃ شریف)

یعنی وہ جماعت جو بالکل حق اور راہ راست پر ہوگی۔اور قیامت تک حق اور صراط مستقیم پر قائم رہے گی۔ وہ نہ تو فرقوں کی زنجیر کی کڑی بنے گی۔ اور نہ علی الرغم حدیث کسی امتی کی رائے کی ظلمت میں ٹامک ٹوئیاں مارے گی۔ بلکہ وہ صرف اس نور میں گامزن ہوگی۔ جو حدیث کی شمع نے پھیلایا۔اور سنت کی قندیل نے بکھیرا۔

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وھی الجماعة اور یہ جماعت ہوگی۔ (مشکوۃ) یعنی سنت اور حدیث پر بہ تعامل صحابہؓ چلنے والی جماعت ہوگی، محدثہ فرقہ نہ ہوگا۔

تو ہم بیان یہ کررہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔آخری نبی ہیں۔ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔قیامت تک آپ کی نبوت چلے گی۔قرآن اور حدیث پر تا یوم نشور عمل ہوگا۔اور اس دین کی اللہ تعالیٰ ایک ایسی جماعت سے حفاظت کرائے گا جو خود کتاب وسنت کی عامل ہوگی۔اور قیامت تک قائم رہے گی۔

یہ ہے وہ جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔یعنی کسی نبی کے دین کو دوام الی یوم القیام نہیں ملا اور نہ ایسی امت ملی۔ جو عامل اور محافظ دین، تا یوم الدین ہوئی ہو۔

اب وہ حدیث بھی ملاحظہ فرمالیں۔ جو اس جماعت کے بارے میں ہے، جو قیامت تک حق پر قائم رہے گی، عامل بالحدیث اور مبلغ قرآن وحدیث ہوگی۔

لا تزال طائفة من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم الی ان تقوم الساعة (ترمذی شریف)''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ،میری امت میں سے، ایک جماعت مظفر ومنصور ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔ان کے مخالف قیامت تک ان کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔''

سبحان اللہ! کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال اور کیا ہے وہ امت جس پر جمال کا پرتو پڑا۔

صحن چمن میں تختۂ گل ہے سجا ہوا
ایک ایک پھول عطر وفا میں بسا ہوا
مکہ کا نام اس لئے ام القریٰ ہوا
روشن حضور ونور سے غارِ حرا ہوا
سیراب ہوگئے گل ونسرین ونسترن
جاری عرب سے چشمہ آبِ بقا ہوا
اللہ رے کمالِ عزیمت کے معجزے
بدر واُحد میں فرضِ نبوت ادا ہوا
چہرے پہ ہے جمالِ رسالت ضیا فگن
ہونٹوں پہ قدسیوں کا تبسم کھلا ہوا۔

(ثمر)

حضورؐ نبی التوبہ ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی التوبہ بھی ہیں، یعنی نبی توبہ کا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی توبہ اس طرح ہوئے کہ تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر، شرک، کفر، اور رذائل سے توبہ کی۔اور ان کی توبہ ایسی مضبوط اور مقبول ہوئی کہ وہ جنتی ہوگئے۔ اللہ نے فرمایا رضی اللہ عنہم ۔ ان سے اللہ راضی ہوگیا۔ اور پھر یہ لوگ جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔دین اسلام کے ایسے مبلغ، مجاہد اور غازی بنے کہ لاکھوں آدمیوں کی توبہ کا موجب ہوئے۔ بلکہ ساری دنیا میں نبی توبہ کا لایا ہوا اسلام پھیلایا اور یہ سب برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی کی تھی۔

اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لامثال جمال ہے کہ باوجود پاک ،معصوم ہونے کے خود بھی توبہ، اور رجوع الی اللہ بہت رکھتے تھے۔صحابہؓ نے عرض کیا۔اے اللہ کے رسول! آپ بالکل معصوم، اور پاک ہیں۔ پھر آپ کہتے ہیں۔

رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور

آپ نے فرمایا: **افلا اکون عبدا شکورا** ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔(مشکوۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واللہ انی لا ستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرة (بخاری شریف)

''خدا کی قسم تحقیق میں البتہ استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور توبہ کرتا ہوں اس کی طرف دن میں ستر بار سے زیادہ''

باوجود گناہوں سے پاک اور معصوم ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ کی جناب میں استغفار اور توبہ کرنا عبد شکور اور نبی توبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور امت کو بھی توبہ اور استغفار کی تعلیم دیتا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون (ترمذی)

''تمام اولاد آدم (سوائے انبیاء کے) خطا کار ہیں۔ اور خطا کاروں کے بہترین توبہ کرنے والے ہیں۔''

اور نبی توبہ کا یہ مطلب بھی ہے کہ آپ امت کے لئے سہل اور آسان توبہ لے کے آئے ہیں۔چنانچہ فرماتے ہیں:

جس وقت بندہ مومن وضو کرتا ہے، پھر (وضو میں) کلی کرتا ہے، تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں۔اور جس وقت اپنا چہرہ دھوتا ہے، تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ پھر جس وقت اپنا چہرہ دھوتا ہے، تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔پھر جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھوں کے ناخونوں کے نیچے سے (بھی) نکل جاتے

ہیں۔ پھراس کا (گھر سے وضوع کر کے) مسجد کی طرف چلنا، اور اس کی نماز پڑھنی اس کے لئے (درجات میں) زیادتی ہوتی ہے۔ (نسائی شریف)

یہ نبی التوبہ ہی کا فیضان ہے کہ بذریعہ وحی خفی وضوکرنے والے کوگناہوں سے پاک ہوجانے کی بشارت دیتے ہیں۔ جب وضوع کرنے سے متوضی گناہوں سے پاک ہوگیا۔ توجب نماز پڑھ لے گا۔ تو پھراس کی بخشش کا دریا کتنا مواج، اور بے کنار ہوگا۔ حضرت بنی التوبہ فرماتے ہیں:

''نمازیں پانچ مٹا دیتی ہیں گناہوں کو، جوکہ درمیان ان کے ہوئے ہیں۔ جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا ہو۔ (صحیح مسلم)

معلوم ہوا۔ نمازوں سے بھی گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔

ایک حدیث بروایت حضرت ابی ذرؓ مشکوۃ میں اس مضمون کی بھی آئی ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاڑے کے موسم میں (باہر) نکلے۔ درانحالیکہ پت جھڑ ہورہی تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت سے دوشاخیں لیں کہ پتے (زیادہ) جھڑنے لگے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابی ذرؓ! بندہ مسلمان (جب) پڑھتا ہے نماز، اور ارادہ کرتا ہے ساتھ اس کے خاص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کا، پس گرتے ہیں، اس سے گناہ اس کے جس طرح جھڑتے ہیں یہ پتے اس درخت سے۔

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوشخص ہرنماز کے بعد (یہ) پڑھے:

سبحان الله ۳۳ بار الحمد الله ۳۳ بار الله اكبر ۳۳ بار پس یہ ہوئے ننانوے اور سو پورا کرے یہ پڑھ کر۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئى قدير

''خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ہے بادشاہت اور اسی کے لئے ہے سب تعریف، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بخشے جائیں گے گناہ اس کے اگر چہ ہوں مانند دریا کی جھاگ کے (صحیح مسلم)

یہ آسان توبہ صرف نبی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہی نصیب ہوئی ہے کہ خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں۔ آسمان زمین کا خلا ہی کیوں نہ بھرجائے اگر سچے دل سے نہایت خلوص سے توبہ کرے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے، اور بندہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے، جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ **التائب من الذنب كمن لا ذنب له.**

☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

پندرھواں آل انڈیا ریفریشر کورس

۴؍مئی ۲۰۲۵ء تا ۱۱؍مئی ۲۰۲۵ء بمطابق ۵؍ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ تا ۱۲؍ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ

بمقام: اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی

دعاۃ ومعلمین اور ائمہ کے لیے یہ خبر باعث مسرت ہوگی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی ''چودھواں آل انڈیا ریفریشر کورس برائے ائمہ، دعاۃ ومعلمین'' کا انعقاد ہونے جارہا ہے۔ جو مورخہ ۴؍مئی ۲۰۲۵ء سے شروع ہوکر ۱۱؍مئی ۲۰۲۵ء کو اختتام پذیر ہوگا۔ ان شاءاللہ۔ امید ہے کہ یہ دورہ تدریبیہ بھی گزشتہ سالوں کی طرح فوائد سے بھرپور ہوگا۔ جماعت کے مشاہیر اہل علم وتحقیق اور دعاۃ ومربیین ودیگر عصری وقانونی ماہرین مشارکین کو اپنے علمی، تدریسی، دعوتی تجربات سے بہرہ ورفرمائیں گے۔ صوبائی جمعیات اہل حدیث کے امراء ونظماء سے اپیل ہے کہ وہ اپنے اپنے نمائندگان کے نام جلد از جلد ارسال کریں۔ ہرصوبائی جمعیت سے دونمائندگان مطلوب ہیں۔

نوٹ: دورہ تدریبیہ کا افتتاحی اجلاس ۴؍مئی ۲۰۲۵ء، اتوار کو صبح ۸؍بجے اہل حدیث کمپلیکس میں منعقد ہوگا۔ جس میں تمام مشارکین دورہ تدریبیہ کی شرکت ضروری ہے۔

شعبہ تعلیم وتربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

شرک ایک بدترین گناہ

محمد ثمامہ رحمت اللہ عمری

شرک ایک انتہائی مذموم عمل اور سب سے بدترین گناہ ہے، پہلی قوموں کی تباہی وبربادی کا سبب بھی یہی رہا ہے۔اللہ تعالی نے اس سے جس قدر کراہت وناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے شاید ہی کسی بھی مذموم عمل پر اس قدر اظہار کیا ہو۔اسی لیے اللہ تعالی نے ہر قوم کے اندر انبیاء ورسل علیہم السلام مبعوث فرمائے جن کی اساسی وبنیادی ذمہ داری توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت کرنا تھا۔اللہ کا ارشاد ہے﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللَّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ ﴾ [النحل:۳۶]۔ترجمہ: ''ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو''۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آدم علیہ السلام کے وجود سے لے کر نوح علیہ السلام تک تمام لوگ توحید پر قائم تھے،شرک کی ابتدا نوح علیہ السلام کے قوم سے ہوئی،سب سے پہلے انہوں نے اپنے پانچ نیک لوگوں کے بت بنائے اور ان کی پوجا شروع کی ،جیسا کہ قرآن بتاتا ہے﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدّاً وَلَا سُوَاعاً وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْراً ﴾[نوح:۲۳]۔ترجمہ:''اور انہوں نے کہا کہ ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود کو نہ سواع کو اور نہ یغوث کو، یعوق اور نسر کو''۔ یہ پانچوں ہستیاں ان کے نیک اور صالح بزرگ تھے،جن کے مرنے کے بعد انہوں نے ان کے مجسمے بنا لیے اور ان کی پوجا کرنے لگے،شیطان نے ان کی قوم کو ورغلایا کہ یہ حضرات جہاں بیٹھے تھے ان مجلسوں میں ان کے نام کے ساتھ مجسمے نصب کردو،انہوں نے ایسا ہی کیا،شروع میں تو ان مجسموں کی عبادت نہیں کی گئی لیکن جب مجسمہ لگانے والے بھی ختم ہوگئے اور صحیح علم ختم ہوگیا پھر ان مجسموں کی عبادت شروع ہوگئی[صحیح بخاری،تفسیر سورۃ نوح:۴۹۲۰]۔

لغت میں شرک کا مفہوم شریک کرنے کے ہیں جبکہ اسلامی اصطلاح میں اللہ تعالی کی ذات یا اس کی صفات میں یا ان صفات کے لازمی تقاضوں میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا ہے۔اس اعتبار سے شرک کی تین اقسام ہوئے :اللہ کی ذات میں شریک کرنا،اللہ کی صفات میں شریک کرنا،صفات الہی کے تقاضوں میں شریک کرنا۔

اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کرنے کی بعض عملی صورتیں یہ ہیں: کسی کو اللہ کا باپ یا اولاد سمجھ لیا جائے یا کسی کو اللہ تعالی کا ہم جنس قرار دیا جائے یا یہ تصور کرلیا جائے کہ وہ کسی اور ہستی کے ساتھ مل کر ایک قالب ہوگیا ہے یا یہ تصور کرلیا جائے کہ وہ کسی مخلوق کی شکل اختیار کرکے نمودار ہوا کرتا ہے۔

اللہ تعالی کی صفات میں شرک کرنا:یعنی اللہ تعالی جن صفات سے متصف ہیں ان میں سے کوئی صفت کسی اور کے اندر ماننا شرک فی الصفات کہلاتا ہے جیسا کہ صفت علم وقدرت وغیرہ۔

تیسری قسم صفات الہی کے لازمی تقاضوں میں شرک کرنا: مثلا صفات الہی کا تقاضہ یہ ہے کہ حقیقی اطاعت ومحبت اللہ تعالی کا حق ہے،اب اگر کوئی کسی اور سے بھی ایسی محبت اور عقیدت رکھے یا اسے اسی طرح کی اطاعت کا مستحق قرار دے تو یہ صفات الہی کے تقاضوں میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا ہوگا۔

دور حاضر میں شرک کے اسی معنی ومفہوم سے لاعلمی کی بنیاد پر بیشتر لوگ شرک میں ملوث ہوکر زندگی گزار رہے ہیں اور روکنے پر برملا کہتے بھی ہیں کہ ہم نے کونسا نیا خدا بنا لیا ہے،ان کے نزدیک شرک صرف اور صرف اللہ جیسا کوئی اور رب بنانا اور اس کی عبادت کرنا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ اللہ تعالی کے ساتھ اس کی صفات وطاقت،قدرت افعال وکمالات اور اختیارات میں کسی اور کو معاون سمجھنا بھی تو شرک ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّهِ إِلاَّ وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴾.[یوسف:۱۰۶] ترجمہ:''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان کا دعوی تو کرتے ہیں،لیکن وہ مشرک ہوتے ہیں''۔

دکتور لقمان سلفی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں : کہ اکثر وبیشتر انسانوں کا حال یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زبان سے تو اللہ کے وجود اور اس کے خالق ومالک ہونے کا اقرار کرتے ہیں،لیکن عمل کی زندگی میں مشرک ہوتے ہیں،اللہ کے بجائے غیروں کی پرستش کرتے ہیں،انسانوں کو اللہ کے بیٹے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں،جو شرک اکبر ہے اور جس کا شرک ہونا واضح اور جلی ہے۔شرک کی ایک دوسری قسم شرک خفی ہے،جس میں اکثر لوگ مبتلا ہوجاتے ہیں اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا ۔حسن بصری اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ منافق ہے جو لوگوں کے دکھلاوے کے لیے نیک کام کرتا ہے،وہ مشرک ہے اس لیے کہ اس نے عبادت میں اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا،وہ اگرچہ اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد رکھتا ہے،لیکن اللہ کے لیے اپنی عبودیت میں مخلص نہیں ہوتا ہے، بلکہ حصول دنیا یا جاہ ومنزلت کی خاطر نیک عمل کرتا ہے،یہی وہ شرک ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طور پر پایا جائے گا[صحیح ابن حبان]۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: کہ شرک کی ایک قسم''شرک خفی'' ہے جس کا مرتکب عام طور پر اس کا احساس نہیں کرپاتا ہے۔حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے عروہ نے

روایت کی ہے کہ وہ ایک مریض کے پاس گئے تو اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھا ،انہوں نے اسے کاٹ دیا اور یہ آیت پڑھی ۔معلوم ہوا کہ بعض مسلمانوں میں ایمان حقیقی اور شرک خفی اصغر کا اجتماع ہوسکتا ہے جس طرح زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں ایمان باللہ اور شرک اکبر دونوں بیک وقت پائے گئے ۔

امت مسلمہ کے اندر بہت سارے لوگ اپنی کم علمی کی بنا پر یہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس امت کے رگ وریشہ میں توحید اس درجہ سرایت کرچکی ہے کہ دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جانے کا اندیشہ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے اور اس کے لیے بخاری شریف کی حدیث جو عقبہ بن عامر کی روایت کردہ ہے بطور دلیل پیش بھی کرتے ہیں :اللہ کی قسم میں تمہارے متعلق اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کروگے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں دنیا میں رغبت کروگے ۔[بخاری، کتاب الجنائز]۔

مذکورہ حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد شرک بالکل ختم ہوجائے گا بلکہ یہ فرمایا کہ اتنا ڈر نہیں جتنا دنیاداری میں ملوث ہونے کا خدشہ ہے ،دوسری بات یہ کہ انہوں نے توحید اور شرک کے درمیان پائے جانے والے فاصلہ کو ختم کردیا اور شرک میں مبتلا ہونے والے نہ ہونے والے کو ایک ہی صف میں کھڑا کردیا جبکہ توحید اور شرک انسان کی آزمائش کا بہت بڑا ذریعہ ہے ۔تیسری بات عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ ن تمام بنوآدم (بشمول امت محمدیہ) سے عہدوپیمان لیا اور اگر امت مسلمہ شرک میں مبتلا نہیں ہوسکتی تو عہدوپیمان کا کوئی معنی مطلب نہیں رہ جاتا ہے، چوتھی بات اگر امت مسلمہ شرک میں مبتلا نہیں ہوسکتی تو پھر شرک کی مذمت کیوں کی گئی ہے اور آخری بات یہ ہے کہ جب امت مسلمہ سے شرک کی توقع نہیں کی جاسکتی ہے تو نبی کریم ﷺ سے بدرجہ اولی توقع نہیں کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ خود شرک سے روکنے والے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو بھی سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ترجمہ:’’اگر آپ نے اللہ کا کسی کو شریک بنایا تو آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا اور آپ خسارہ اٹھانے والوں والوں میں سے ہوجائیں گے ‘‘امام شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ آیت (شرک پرموت) کے ساتھ مقید ہے،جیسا کہ سورۃ البقرہ آیت (۲۱۷) میں آیا ہے: ﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ’’اورتم میں سے جولوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں ،ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہوجائیں گے‘‘۔

شریعت اسلامیہ کے اندر گناہوں کے پورے چار اقسام بیان کیے ہیں ایک وہ گناہ جو بلاتوبہ معاف نہیں ہوں گے جس کو اصطلاح میں کفر یا شرک کا نام دیا گیا ہے :﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾۔دوسری قسم وہ ہے جو نیک اعمال اور حسنات کے ذریعہ ختم ہوجاتے ہیں اس کو صغائر کا نام دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾۔
اور تیسری قسم وہ کبیرہ گناہ جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہوا یسے لوگ آخرت میں تحت مشیت ہوں گے اور چوتھی قسم وہ کبیرہ گناہ جس کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔آخرالذکر یہ دونوں حقوق اپنی جگہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں، بلکہ شریعت مطہرہ کی پوری تعلیمات انہی دوحقوق کے اردگرد گھومتی ہیں ،لیکن اخروی زندی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حقوق العباد کا معاملہ زیادہ سخت اور سنگین ہے۔ بلکہ اس میں کوتاہی حقوق اللہ میں بھی فساد کا سبب بن جاتی ہے،جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہم میں تو مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو اور نہ سامان تجارت وغیرہ، آپ ﷺ نے فرمایا ،درحقیقت میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ لے کرآئے گا، لیکن اس طرح آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا،اس کی نیکیاں اسے بھی دے دی جائیں گی اور اسے بھی، اگر اس کی نیکیاں حقوق کی ادائیگی سے پہلے ختم ہوگئیں تو حق لینے والوں کی برائیاں اس پر ڈال کر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا‘‘۔(صحیح مسلم:۲۵۸۱)

مذکورہ تقسیم سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ اللہ کی ذات صفات اور صفات کے لازمی تقاضوں میں شریک کرنا سب سے بڑا اور عظیم گناہ ہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ’’ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے‘‘۔[متفق علیہ] نیز قرآن کریم میں متعدد جگھوں پر اس کی مذمت کی گئی ہیں، لقمان حکیم اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا۔فرمایا: ﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان ۱۳]۔اور ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان یا زیادتی کے ساتھ یا وقت یا جگہ کو بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو،اور ایسا کرنے والا ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا: ﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾[الشوری:۴۰]۔علاوہ ازیں قرآن کریم کے اندر مشرک کے حق میں معافی طلب کرنے کرنے اور دینے دونوں سے بھی منع کردیا گیا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾[التوبہ۱۱۳]۔ترجمہ:’’نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ مشرکوں کے لیے یہ بات کھل کر آجانے کے بعد وہ جہنمی ہیں دعائے مغفرت کریں، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔اور فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾[النساء:۴۸]۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرک اور اس کی تمام شکلوں سے بچائے اور تا نفس اخیر توحید وسنت کا متبع بنا کر رکھے۔آمین

☆☆☆

مولانا ابومعاویہ شارب، بہار

جن لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے

1۔رات میں مردار کی طرح پڑے رہنے والوں اور دن میں گدھا بننے والوں سے اللہ نفرت کرتا ہے: میرے دوستو! دنیا میں اکثر ایسے لوگ ہیں جن کی زندگی کا مقصد بس دنیا کمانا اور مال و دولت جمع کرنا ہے، سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی وہ دنیا کمانے میں لگ جاتے ہیں اور گدھے کی طرح شام تک جی توڑ محنت کرتے ہیں اور پھر جیسے ہی رات ہوتی ہے تو ایسے لوگ ایک مردے کی طرح اپنے بستر پر جا گرتے ہیں تو ایسے دنیا پرست لوگوں سے رب العزت کو سخت نفرت ہے جیسا کہ جناب محمد عربی ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ جِيفَةٍ بِاللَّيْلِ حِمَارٍ بِالنَّهَارِ عَالِمٍ بِأَمْرِ الدُّنْيَا جَاهِلٍ بِأَمْرِ الْآخِرَةِ "بے شک ہر بکواس کرنے اور شیخی بگھاڑنے اور بازاروں میں شور شرابا کرنے والوں، رات کو مردار کی طرح پڑے رہنے والوں، دن میں گدھا بننے والوں اور دنیا کے جانکار و ماہر اور آخرت سے جاہل رہنے والوں سے اللہ رب العزت نفرت کرتا ہے۔(الصحیحۃ:195،صحیح ابن حبان:72)اس حدیث کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے یہ کہا کہ جعظری اور جواظ قسم کے لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے تو اس کے کئی معانی ومفہوم ہیں جیسے کہ بکواس کرنے والا، ڈینگیں مارنے والا، پھینکنے والا، باتونی انسان، اپنی چال ڈھال میں تکبر اپنانے والا، زیادہ کھانے والا، بخیل، بدخلق اور سخت مزاج تو اس طرح کے جتنے بھی لوگ ہیں ان سب سے اللہ نفرت کرتا ہے اور ایسے لوگ جنت میں بھی پہلے پہل داخل نہیں ہو سکتے ہیں جیسا کہ جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے" لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ "، سخت مزاج و بدخلق انسان اور اس طرح کے جتنے بھی لوگ ہیں وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔(ابوداؤد:4701،صحیح الجامع للألبانیؒ:2787)اس کے بعد اس حدیث میں جو لفظ مذکور ہے وہ ہے "السخاب"، یعنی شور شرابا کرنے والا، جھگڑالو انسان، ایسے انسان سے رب العزت کو نفرت ہے، جو ساری رات مردار کی طرح پڑا رہتا ہے، تہجد و نماز فجر کے لئے بھی نہیں اٹھتا ہے لیکن جب صبح ہوتی ہے اور اس کے کام و نوکری پر جانے کا وقت ہوتا ہے تو جلدی جلدی اٹھتا ہے اور کپڑے پہنتا ہے اور کام پر چلا جاتا ہے تو ایسے انسان سے بھی اللہ رب العزت کو نفرت ہے، اس کے بعد جو لفظ حدیث میں مذکور ہے وہ ہے "الحمار" تو اس سے مراد ایسا انسان ہے جو اپنی آخرت کی تیاری کے برابر اپنی دنیا کے لئے سارا دن گدھے کی طرح محنت کرتا ہے یعنی جتنی تیاری آخرت کے لئے کرنی چاہئے تھی اتنی تیاری دنیا کے لئے کرتا ہے اور جب رات ہوتی ہے اور سونے کا ٹائم ہوتا ہے تو بستر پر مردار کی طرح گر پڑتا ہے۔(اللہ تعالی کی پسند و ناپسند،ص:342)

2۔چار قسم کے لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے: سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " أَرْبَعَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ الْبَيَّاعُ الْحَلَّافُ وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالشَّيْخُ الزَّانِي وَالْإِمَامُ الْجَائِرُ " چار لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے نمبر ایک جھوٹی قسمیں کھا کر سامان بیچنے والا، نمبر دو مغرور متکبر فقیر، نمبر تین بوڑھا زانی اور نمبر چار ظالم بادشاہ۔(الصحیحۃ:363،نسائی:2576،صحیح الجامع للألبانیؒ:880)اس حدیث کے اندر سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جو لوگ اپنا مال جھوٹی قسمیں کھا کر بیچتے ہیں تو ایسے لوگوں سے اللہ رب العزت نفرت کرتا ہے، آپ لوگ تجارت میں قسمیں کھا کر اپنا مال نہ بیچا کیجئے کیونکہ ایسا انسان اللہ کے غضب کا شکار رہتا ہے اور ایسے انسان کی کمائی سے برکت بھی چھین لی جاتی ہے جیسا کہ جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ" کہ جھوٹی قسم سے سامان تو بک جاتا ہے مگر برکت ختم ہو جاتی ہے۔(بخاری:2087،مسلم:1606)صرف یہی نہیں کہ جھوٹی قسم کھانے سے انسان کی کمائی سے برکت روٹھ جاتی ہے بلکہ ایسے انسان کی آخرت بھی تباہ و برباد ہو جاتی ہے کیونکہ ایسے انسان کو کل بروز قیامت رب العزت سخت سے سخت عذاب سے دوچار بھی کرے گا جیسا کہ جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو انسان جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچے گا تو کل قیامت کے دن اللہ رب العزت ایسے انسان سے نہ تو بات کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ ہی انہیں پاک وصاف کرے گا اور ایسے انسان کو سخت سے سخت سزا بھی دے گا۔(مسلم:106)نمبر دو جس انسان سے اللہ نفرت کرتا ہے وہ ایسا انسان ہے جو غریب وفقیر ہے مگر کبر و غرور سے چور ہے، فقیر و قلاش ہے، جیب میں ایک کوڑی نہیں ہے مگر پھر بھی وہ گھمنڈ میں مبتلا رہتا ہے تو ایسے لوگوں سے اللہ کو سخت نفرت ہے، آپ نے ایسے کتنے گداگروں کو دیکھے ہوں گے جو ایک تو بھیک مانگ رہا ہوتا ہے، لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا رہا ہوتا ہے مگر اسے ایک روپیہ دو روپیہ نہیں چاہئے بلکہ دس/بیس روپیہ چاہئے اور اگر آپ ایک روپیہ یا پھر دو روپیہ دیں وہ پھینک دیتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں سے اللہ نفرت کرتا ہے، تیسرا ایسا شخص ہے جو بڑھاپے کی عمر میں زنا کرتا ہے، عموماً کبر سنی میں شہوت ماند پڑ جاتی ہے مگر پھر بھی اس حرام و کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اس طرح

کے جتنے بھی لوگ ہوتے ہیں ان سب سے رب العزت کو سخت نفرت ہوتی ہے۔ اعاذنا اللہ۔

اسی سلسلے میں ایک دوسری حدیث بھی سناتا ہوں جس کے اندر بھی ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہیں جن سے رب العزت کو سخت نفرت ہے بلکہ حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ اللہ ایسے لوگوں سے دشمنی رکھتا ہے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے "ثَلَاثَةٌ يَشْنَؤُهُمُ اللَّهُ التَّاجِرُ الْحَلَّافُ وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالْبَخِيلُ الْمَنَّانُ" کہ تین آدمیوں سے اللہ دشمنی کرتا ہے نمبر ایک قسمیں اٹھانے والا تاجر، نمبر دو کبروغرور سے چور فقیر انسان اور نمبر تین احسان جتلانے والا بخیل شخص۔(صحیح الجامع للألبانیؒ:3074)

3۔اپنا کپڑا ٹخنہ سے نیچے رکھنے والوں سے اللہ نفرت کرتا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اور آپ کو اللہ کا یہ پیغام سنایا کہ اے لوگو! "لَا تُسْبِلْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلِينَ" اپنا کپڑا ٹخنے سے نیچے نہ رکھا کرو کیونکہ اللہ رب العزت ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔(ابن ماجہ:3574،حسنہ الألبانیؒ) بہت سارے لوگ تو اس گناہ کو یہ کہہ کر انجام دیتے ہیں کہ ہمارا کپڑا ٹخنے سے نیچے ہے تو کیا ہوا؟ ہمارے دل میں کبروغرور اور گھمنڈ نہیں ہے جو لوگ بھی ایسا سوچتے سمجھتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا اور رکھنا ہی تکبر کی علامت ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اے لوگو! اپنا کپڑا آدھی پنڈلی تک اونچی رکھا کرو اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو کم سے کم اپنا کپڑا ٹخنوں سے اوپر ہی ہمیشہ رکھا کرو پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ" ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ بلا شک وشبہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ رب العزت کو تکبر بالکل بھی پسند نہیں ہے۔(ابوداؤد:4084،صحیح الألبانیؒ) ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا ہی تکبر کی علامت ہے اب اگر کوئی انسان یہ کہتا ہے کہ میرے دل میں ایسی ویسی بات نہیں ہے اور میرے دل میں کبروغرور اور تکبر نہیں ہے تو ایسا انسان جھوٹا اور مکار ہے۔

اس حرکت سے جہاں ایک طرف آپ اللہ کی ناراضگی میں زندہ رہوگے وہیں دوسری طرف سارے نیک اعمال بھی ضائع وبرباد ہوجائیں گے، سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" تین آدمی ایسے ہیں جن سے کل قیامت کے دن رب العزت نہ تو بات کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ ہی ان کو پاک وصاف کرے گا بلکہ ان سب کو سخت سے سخت سزائیں بھی دے گا، ابوذرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگ ہلاک، وہ کون لوگ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ" اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔(مسلم:106،ابن ماجہ:2208) جو انسان نمازی ہے، حاجی ہے اور طرح طرح کے نیک اعمال کو انجام دیتا ہے مگر اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہے تو جب اللہ رب العزت اس کی طرف نظر رحمت سے ہی نہیں دیکھے گا اور نہ ہی بات کرے گا اور ایسے انسان کو سخت سے سخت سزائیں بھی دے گا تو اس کے سارے اعمال حسنہ تو ضائع وبرباد ہی ہوگئے۔

4۔تکبر کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے: جن لوگوں سے اللہ رب العزت کو نفرت ہے ان میں سے ایک انسان وہ بھی ہے جو کبروغرور کو اپناتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے تکبر کو اختیار کرتا ہے جیسا کہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں فرمایا "إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ" کہ وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔(النحل:23) کہیں اللہ نے فرمایا "إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا" کہ یقیناً اللہ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔(النساء:36) کہیں اللہ نے فرمایا "إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ" کہ کسی تکبر والے شیخی خورے کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔(لقمان:18) کہیں اللہ نے فرمایا "لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ" کہ اتراؤ مت! اللہ اترانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔(القصص:76) غرض کہ رب العزت نے بار بار یہ اعلان کر دیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کو لوگوں کا تکبر کرنا بالکل بھی پسند نہیں ہے اور اللہ رب العزت کو متکبرین سے نفرت کیوں نہ ہو یہ تو انسان کے لئے لائق وزیبا ہی نہیں ہے، یہ بڑائی و کبریائی صرف اور صرف اللہ کیلئے لائق وزیبا ہے جیسا کہ باری تعالی نے خود یہ اعلان کیا کہ "وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" اور تمام بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے۔(الجاثیۃ:37) جو انسان اس کو اپنانے کی کوشش کرے گا رب العزت اسے ذلیل ورسوا کر کے جہنم میں داخل کر دے گا جیسا کہ حدیث قدسی میں رب العزت کا یہ اعلان ہے "الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي مَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا أَلْقَيْتُهُ فِي جَهَنَّمَ" کہ کبریائی و بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا پہناوا ہے، اب جو کوئی ان میں سے کسی ایک کو بھی کھینچنے کی کوشش کرے گا تو میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔(ابوداؤد:4090،ابن ماجہ:4174) پتہ یہ چلا کہ یہ تکبر، یہ بڑائی و کبریائی صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لئے لائق وزیبا ہے مگر سماج ومعاشرے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کو اختیار کرتے ہیں، یا پھر اس کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں تو جو لوگ بھی اس کے قریب جائیں گے، تکبر کو اپنائیں گے تو ایسے لوگوں کو رب العزت دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا کر دے گا، اسی تکبر کی وجہ سے ہی ابلیس ملعون ومردود ہوا، اسی تکبر کو اپنانے کی وجہ سے ہی فرعون غرق آب ہوا، اسی تکبر کو اپنانے کی وجہ سے ہی قارون اپنے خزانوں سمیت دھنسا دیا گیا اس لئے تکبر سے اپنے آپ کو ہمیشہ دور رکھو اور ہمیشہ عاجزی وانکساری کو اپناؤ کیونکہ اگر عاجزی وانکساری کو اپناؤ گے تو رب العزت تمہیں اور عزت

سے نوازے گا جیسا کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ”وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ“ کہ جو اللہ کے لئے عاجزی وانکساری کو اپناتا ہے تو اللہ اسے اور بلند کر دیتا ہے۔ (مسلم:2588، ترمذی:2029) صرف اتنا ہی نہیں کہ اللہ عزت وں سے نوازے گا بلکہ جو لوگ بھی اپنے دل کو تکبر سے پاک وصاف رکھیں گے تو اللہ رب العزت ایسے لوگوں کو جنت میں بھی داخل کر دے گا جیسا کہ جناب محمد عربیصلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے ” مَنْ فَارَقَ الرُّوحُ الْجَسَدَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِنْ ثَلَاثٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ مِنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُولِ وَالدَّيْنِ“ کہ جو انسان اس حال میں مرا کہ وہ تین چیزوں سے پاک تھا تو وہ جنت میں جائے گا، نمبر ایک تکبر، نمبر دو خیانت اور نمبر تین قرض۔ (ابن ماجہ:2412، الصحیحۃ:2785)

جہاں ایک طرف تکبر سے بچنے کی یہ فضیلت ہے وہیں دوسری طرف کبر وغرور کو اپنانے واختیار کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کا یہ اعلان ہے ” أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ “ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟ (الزمر:60) اور آپ ﷺ نے بھی متکبروں کے برے انجام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا ”يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ“ کہ تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن آدمیوں کی صورت میں ہی چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے مانند جمع کیا جائے گا اور ” يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ “ یہ لوگ ہر چہار جانب سے ذلیل ورسوا ہو رہے ہوں گے، ”فَيُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمَّى بُولَسَ “ اور ان لوگوں کو جہنم کی بولس نامی جیل کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا، ” تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ “ آگ کا مجموعہ ان پر چڑھ جائے گا اور ایسے لوگوں کو ”يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ “، جہنمیوں کے بدن سے بہنے ورسنے والا خون وپیپ پلایا جائے گا جسے طینۃ الخبال کہا جاتا ہے۔ (ترمذی:2492، صحیح الجامع للألبانیؒ:3129، الادب المفرد:557، اسنادہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ “ کہ وہ انسان جنت میں نہیں جائے گا جس انسان کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر وغرور ہوگا، تو سن کر کسی صحابی نے کہا کہ اے اللہ کی نبی اکرم ومکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچھا آپ یہ بتائیں کہ ”إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً “ایک انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کے جوتے وکپڑے وغیرہ یہ سب اچھے ہوں تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ “ کہ نہیں یہ تکبر نہیں ہے بلکہ اللہ تو خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، ”الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ “ تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر جانے اور سمجھے۔ (مسلم:91) جب ایک انسان اپنے قول وعمل کے خلاف کوئی فرمان خدا یا پھر فرمان رسول سنے تو اسے ماننے سے انکار کر دے اور تکبر اس کا نام ہے کہ لوگوں کو حقیر وذلیل سمجھے، افسوس کہ آج یہ تکبر کی بیماری مسلم قوم میں بہت عام ہو چکی ہے اور غیر اقوام کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مسلم قوم نے بھی انہیں کی طرح خاندانی اونچ ونیچ کی تفریق کو اپنا لیا ہے، انہیں کی طرح مسلم قوم میں بھی کچھ ایسی ذات والے ہیں جو دوسری ذات والوں کو حقیر وذلیل سمجھتے ہیں، جو لوگ بھی اپنے دل میں ایسا وہم وگمان رکھتے ہیں وہ لوگ سن لیں کہ یہی تکبر ہے اور جو انسان بھی دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھتا ہے تو وہی انسان متکبر اور برا انسان ہے جیسا کہ فرمان مصطفیصلی اللہ علیہ وسلم ہے ”بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ “ کہ کسی انسان کے برا ہونے کے لئے بس اتنی سی بات کافی ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو حقیر وذلیل اور کمتر سمجھے۔ (مسلم:2564)

5۔ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ ناپسند کرتا ہے: اللہ جن لوگوں سے نفرت کرتا ہے اور جن لوگوں کو پسند نہیں کرتا ہے ان میں سے ایک بدنصیب وبدبخت وہ انسان بھی ہے جسے اللہ نے مال ودولت سے نوازا ہے مگر وہ فضول خرچی کرتا ہے، یہ بیماری بھی آج مسلمانوں میں بہت عام ہو چکی ہے کہ ہر کوئی اپنی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے سود پر قرض لے کر شادی بیاہ کے موقع سے اسراف وفضول خرچی سے کام لیتا ہے اور اپنے مال ودولت کو پانی کی طرح بہاتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ ایسا کرنے سے لوگ اس کی تعریف کریں گے، اس کا نام روشن ہوگا، لوگ اس کی شادی کو یاد رکھیں گے مگر وہ یہ بھول جاتا ہے ایسا کرنا تو رب کو پسند نہیں ہے اور جو ایسا کام کرے گا جو رب کو پسند نہیں تو وہ انسان ہمیشہ ناکام ونامراد رہے گا اور اس کی جگ ہنسائی ہوتی رہے گی اور ہم نے دیکھا اور سنا ہے کہ جو لوگ بھی اپنی شادیوں میں فضول خرچی کرتے ہیں تو لوگ ان کی برائی ہی بیان کرتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ایسا کرنے والوں کو رب پسند ہی نہیں کرتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے ”وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ “ اور فضول خرچی نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (الانعام:141) اور ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا کہ ”وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ “ اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کیا کرو، بے شک کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ (الاعراف:31) کھانے پینے میں بھی اسراف اللہ کو پسند نہیں ہے اور آج کا مسلمان شادی میں دس دس طرح کے پکوان کو پکوا کر اپنے مال کو ضائع وبرباد کر کے اللہ کی ناراضگی کو مول لیتا ہے آج کل تو لوگ ایک اور فضول خرچی کرنے لگے ہیں اور دھیرے دھیرے اس کا رواج بھی بڑھتا جا رہا ہے کہ کچھ لوگ سماج ومعاشرے میں اپنی شان وشوکت اور مالداری بتانے اور دکھانے کے لئے مدینہ میں جا کر نکاح کر رہے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بہت بڑا نیکی اور اجر وثواب کا کام ہے! جب کہ اللہ کی قسم! یہ نیکی نہیں ہے کیونکہ اگر مدینے میں نکاح کرنا کوئی نیکی

واجروثواب کا کام ہوتا تو پھر آپصلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کوضرور بالضرور اس کا حکم دیتے یا پھر کم سے کم صحابہ سے تو اس بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور ثابت ہوتا! مگر اس بارے میں نہ تو آپ ﷺ سے کچھ بھی ثابت ہے اور نہ ہی صحابۂ کرام سے کچھ ثابت ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نکاح چاہے مسجد نبوی میں ہو یا پھر مسجد حرام میں یا پھر عام مساجد میں ہو، گھر کے دروازے پر ہو یا پھر فنکشن ہال میں سب کے سب برابر ہیں جو یہ سمجھتا ہے کہ فلاں فلاں مسجد میں نکاح کرنے سے زیادہ اجروثواب ملے گا تو یہی چیز بدعت ہے۔

مدینے میں جا کر نکاح کرنا کوئی اجروثواب کا کام نہیں ہے بلکہ یہ فضول خرچی ہے اور آج آپ یہ بات اچھی طرح سے جان لیں کہ جو لوگ بھی فضول خرچی کرتے ہیں وہ لوگ دو بڑے نقصان سے دوچار ہوتے ہیں، نمبر ایک ان کا مال ضائع وبرباد ہوتا ہے اور نمبر دو ایسے لوگوں سے اللہ ناراض ہوجاتا ہے اور جب اللہ ایسے لوگوں سے ناراض ہوجاتا ہے تو فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطان کے دوست ویار بن جاتے ہیں جیسا کہ خود رب العزت نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا، إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا" اور اسراف اور بے جا خرچ یعنی فضول خرچی سے بچو، بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔(الاسراء:26-27) فضول خرچی سے منع کرنے کیلئے رب العزت نے دو الفاظ بیان کئے ہیں نمبر ایک اسراف اور نمبر دو تبذیر، اسراف یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرنا یا پھر یہ کہ جہاں خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہاں ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے، مثال کے طور پر ولیمہ صرف ایک قسم کے پکوان سے ہوسکتی ہے مگر انسان دس طرح کے پکوان پکواتا ہے تو یہ اسراف ہے اور تبذیر یہ ہے ناجائز امور میں خرچ کئے جائیں یا پھر یہ کہ جہاں ضرورت نہ ہو وہاں بے جا خرچ کئے جائیں جیسے کہ لوگ شادی بیاہ کے موقعے سے طرح طرح کے رسم ورواج کے نام پر پیسے خرچ کرتے ہیں، کبھی بچی کو دیکھنے کے نام پر تو کبھی منگنی کے نام پر تو کبھی ہلدی کے نام پر تو کبھی منہ دکھائی کے نام پر تو کبھی ختنہ کے نام پر وغیرہ وغیرہ تو یہ سب تبذیر کے اندر شامل ہے، اگر اللہ نے مال ودولت سے نوازا ہے تو اس کی حفاظت کرو اور فضول خرچی نہ کیا کرو بلکہ ہمیشہ معتدل رہو، دین ودنیا ہر معاملے میں دیکھ سمجھ کر خرچ کیا کرو، نہ تو بخیل بن جاؤ اور نہ ہی فضول خرچی کر کے شیطان کے بھائی بنو، اسی بات کی نصیحت کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا کہ "وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا" اور خرچ کرتے وقت نہ تو اپنی گردن سے ہاتھ باندھ لو اور نہ ہی اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو، ورنہ تم ہر طرف سے ملامت زدہ اور عاجز وبے کس بن کر رہ جاؤ گے۔(الاسراء:29) اس آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسفؒ لکھتے ہیں کہ انسان نہ بخل کرے کہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے اور دیگر مالی حقوق واجبہ بھی ادا نہ کرے اور نہ فضول خرچی ہی کرے کہ اپنی وسعت اور گنجائش دیکھے بغیر ہی بے دریغ خرچ کرتا رہے، بخل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ملوم یعنی قابل ملامت ومذمت قرار پائے گا اور فضول خرچی کے نتیجے میں محسور یعنی تھکا ہارا اور پچھتانے والا (بن جائے گا)۔محسورا اسے کہتے ہیں جو چلنے سے عاجز ہوچکا ہو، فضول خرچی کرنے والا بھی بالآخر خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔(احسن البیان، ص:640) سنا آپ نے کہ فضول خرچی کرنے والا ایک نہ ایک دن خالی ہاتھ ہوجاتا ہے اور اپنے کئے پر بہت پچھتاتا ہے اسی لئے تو رب العزت نے فضول خرچی سے منع کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے اور مومنوں کی صفت وپہچان یہ بتائی ہے کہ مومن وہ ہوتا ہے جو نہ تو فضول خرچی کرتا ہے اور نہ ہی بخیلی جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے "وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا" اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔(الفرقان:67)

6۔قول وفعل میں تضاد رکھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جیسے جیسے قیامت نزدیک آتی جائے گی علم پھیلتا جائے گا مگر لوگ بے عمل ہوتے جائیں گے(بخاری:6037) اور آج ہم اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ لوگوں کے پاس علم تو ہے مگر عمل نام کی کوئی چیز نہیں ہے، آج ہر کوئی دوسروں کو عمل کی تلقین کرتا نظر آتا ہے مگر خود عمل سے کوسوں دور ہوتا ہے، ہم نے تو یہاں تک دیکھے ہیں کہ لوگ فجر کی نماز نہیں پڑھتے مگر اپنی نیند سے بیدار ہوتے ہی واٹس ایپ گروپ میں نماز کے فضائل ومناقب اور نماز چھوڑنے کے نقصانات پر تقریروں وتحریروں اور دیگر پوسٹ کو ڈالنا شروع کردیتے ہیں، ہر کوئی دوسروں کو دین بتانا چاہتا ہے اور ہر کوئی دوسروں کو نیکی پر عمل کرنے کی تلقین کرتا رہتا ہے، ہر کوئی نیکیوں والے پوسٹ کو شئیر کرتا رہتا ہے مگر وہ خود اس نیکی پر عمل کرنا نہیں چاہتا ہے، آج ہر کوئی یہ سوچتا اور سمجھتا ہے کہ دین کی اور اللہ اور اس کے رسول کی یہ باتیں دوسروں کے لئے ہے لوگوں کو رب العزت نے بے وقوف قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ" کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو؟ اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں؟(البقرۃ:44) اور رب العزت نے تو ایسے لوگوں کو صرف بیوقوف ہی قرار نہیں دیا ہے بلکہ ایسے لوگوں سے اپنی نفرت وناراضگی کا بھی اعلان کردیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ جو دوسروں کو تو دین بتاتے ہیں مگر وہ خود عمل نہیں کرتے ہیں تو میں ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا ہوں، فرمان باری تعالی ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ، كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ" اے ایمان والو! تم وہ

بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ (الصّف:2-3)

اللہ کے رسول جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے لوگوں کے برے انجام کی خبر دی ہے جو دوسروں کو تو عمل کی تلقین کرتے ہیں مگر وہ خود عمل سے عاری رہتے ہیں، جیسا کہ سدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ" جب مجھے معراج کرائی گئی تو اس رات میرا گذر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا، تو میں نے جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اے جبرئیل امین؟ تو انہوں نے کہا کہ "أُلَخُطَبَاءُ مِنْ أُمَّتِكَ يَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ أَنْفُسَهُمْ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا يَعْقِلُونَ" یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں، جو دنیا میں لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے مگر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے، حالانکہ وہ قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں تو کیا انہیں اتنی بھی عقل اور سمجھ نہیں ہے؟۔ (الصحیحۃ:291، احمد:13515) اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں جبرئیل امین نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ "خُطَبَاءُ أُمَّتِكَ الَّذِينَ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَقْرَؤُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَلَا يَعْمَلُونَ بِهِ" یہ لوگ آپ کی امت کے وہ خطیب ومقرر، عالم ومولانا اور علامہ ومفتی صاحب ہیں جو اپنی زبانوں سے وہ کہتے تھے جس پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے اور اللہ کی کتاب کو پڑھا کرتے تھے مگر عمل نہیں کرتے تھے۔ (صحیح الجامع للألبانیؒ:52)

آخر میں رب ذوالجلال والاکرام سے دعا ہے کہ اے الہ العالمین تو ہمیں اپنی محبت عطا کردے اور تو ہمیں تادم حیات ان لوگوں میں شامل نہ کر جن سے تو نفرت کرتا ہے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۴ کا)

(بقیہ صفحہ ۱۴ کا)

اس پر مہمان کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ عمدہ الفاظ میں معقول عذر پیش کر دینا چاہیے تا کہ میزبان کی دل شکنی نہ ہو۔ جیسا کہ سورہ ہود70 میں فرشتوں نے کہا لا تخف انا أرسلنا الى قوم لوط ڈرو نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔

۔میزبان کو مہمان کے کھانے پر خوش اور نہ کھانے پر مغموم ہونا چاہیے۔ کیونکہ جس میزبان میں یہ صفت نہ ہو وہ بخیل کہلاتا ہے۔

معقول عذر کے بعد میزبان کو کھانے پر مجبور نہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت خلیل اللہ فرشتوں کے عذر کے بعد ان کو کھانے پر اصرار نہیں کیا۔

۔ہاں اگر مہمان شرمیلا اور تکلف کرنے والا ہو تو کچھ اصرار کر لینا چاہیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اولا مہمانوں کے نہ کھانے پر ڈرے کیوں کہ اس عہد میں کھانا نہ کھانا دشمنی کی علامت تھی۔ نیز جب معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں یہ کھاتے نہیں۔ اس لیے ہر دو صورتوں میں کھانے پر اصرار نہیں کیا ورنہ شاید اصرار کرتے اللہ اعلم۔

۔میزبان کو مہمان کے آنے کے فورا بعد پوری ضرورت نہیں پوچھ لینا چاہیے۔ بلکہ کھانے پینے۔ اور دیگر ضروریات سے فراغت کے بعد جب اطمینان ہو جائے تب آنے کی پوری وجہ پوچھنی چاہیے جیسا کہ حضرت ابراہیم کے قول؛ فما خطبکم ایها المرسلون ؛؛ کہ آپ لوگ کس مقصد کے لیے قدم رنجہ فرمائے۔ ورنہ مہمان شرما کر اور تکلف کر کے فورا گھر کو روانہ ہو سکتا ہے۔

۔مہمانوں کی دلجوئی کے لیے خوش خُلقی اور خندہ پیشانی سے بات چیت کرنی چاہیئے۔ ہاں لایعنی اور بیکار گفتگو کر کے دماغ کو پریشان نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مکالمہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۔مہمانوں کی عزت وتکریم ایمان کا جزء ہے۔ اگر کوئی شخص مہمان کی توہین کرے۔ تو میزبان پر ضروری ہے کہ ان کی مدافعت کرے۔ کیونکہ اس سے خود میزبان کی بےعزتی ہوتی ہے۔ جیسا کہ جب قوم لوط نے ان کے مہمانوں کی توہین کا برتاؤ کرنا چاہا تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہہ کر روکا۔ یعنی یہ میرے معزز ومکرم مہمان ہیں ان کے بارے میں مجھ کو فضیحت نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا اور ذلیل نہ کرو۔

۔جب مہمان جانے لگے تو میزبان الوداع کرنے کے لیے کچھ دور اس کے ساتھ جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من السنه ان يخرج الرجل مع ضيفه الى باب الدار. (ابن ماجہ اسنادہ ضعیف 3358)

سنت یہ ہے کہ میزبان اپنے مہمان کی تکریم میں اس کے ساتھ ساتھ مکان کے دروازے تک جائے۔

۔مہمان۔ اپنے میزبان کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل نہ۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے منع کیا ہے۔

اس واقعہ سے عقیدے کا ایک مسئلہ بھی واضح ہو گیا وہ یہ کہ انبیاء علیہ السلام غیب کا علم نہیں رکھتے، اگر رکھتے تو قوم منکرون کہ یہ تو اجنبی لوگ ہیں۔ فجاء بعجل سمين، فقربه اليهم یعنی ایک فربہ کا گوشت کھانے کے لیے لانا)۔ اور نہ کھانے پر دشمن سمجھ کر فاوجس منهم خيفة ،، یعنی دل ہی دل میں ان آنے والوں سے خوفزدہ ہو گئے) اور ان کے نہ کھانے پر الا تاکلون وغیرہ کے الفاظ استعمال نہ ہوتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرشتوں کے بتانے پر جان سکے کہ آنے والے مہمان فرشتے ہیں اگر پہلے ہی جان جان جاتے کہ یہ فرشتے ہیں تو نہ ان کو قوم منکرون،، کہتے اور نہ ہی ان کے سامنے کھانا رکھتے اور نہ کھانے پر الا تاکلون کہتے اور نہ ہی ان سے دل ہی دل میں ڈرتے۔ یہ چند نکات ہیں جن کو تفسیر ابن کثیر اور دیگر کتب سے اخذ کیا گیا ہے۔

☆☆☆

مولانا عبیداللہ الباقی اسلم

فرقۂ معطلہ کا تاریخی مطالعہ (۱)

ظہور بدعت کا سب سے اہم سبب سنت سے دوری ہے، یہی وجہ ہے کہ سابقین اولین کے یہاں بدعت کا کوئی نام ونشان نہ تھا، کیونکہ انہوں نے خواہشات نفسانی کو دلوں میں جگہ نہ دی، اور وحی الٰہی کے نور سے خود کو منور کرتے رہے، مگر جوں جوں زمانہ دراز ہوتا گیا، اور سنتوں سے رشتہ ٹوٹتا گیا، تو بدعتوں نے جنم لینا شروع کیا، یہاں تک کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کے اخیر میں خوارج، شیعہ کی بدعت، جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے اخیر میں مرجۂ اور قدریہ کی بدعت وجود میں آئی، اس کے باوجود یہ مبتدعہ نصوص شرعیہ کی تعظیم کرتے، ان سے استدلال کرتے، نقل کو عقل پر مقدم رکھتے، اور ان کے پاس ایسے خود ساختہ عقلی اصول نہ تھے جن کے میزان پر مسائل شرعیہ کو رکھ کر تولتے۔

تابعین کے دور کے اخیر تک قدریہ کو چھوڑ کر ان مبتدعہ میں سے کسی نے اللہ کی ذات پر بات نہیں کی تھی، ان کی بدعتوں کا تعلق ایمان وعمل سے تھا، مگر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی موت کے بعد تابعین کے دور کے اخیر میں جب جہمیہ نے سر اٹھایا تو ان کی بدعت اللہ کی ذات سے متعلق تھی۔

جہمیہ کی بدعت سابقہ تمام بدعتوں سے زیادہ خطرناک تھی، جس کے چند اسباب ہیں:

۱۔ جہمیہ ہی سب سے پہلا فرقہ ہے، جس نے وحی الٰہی کی بابت اعتراضات کئے، اللہ کی ذات پر بات کرنے کی جرأت کی اور خود ساختہ عقلی اصولوں کی بنیاد پر اللہ کے نام وصفات کا انکار کیا۔

۲۔ جہمیہ کی سب سے بڑی بدعت اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان رکھنے سے متعلق تھی۔

سب سے پہلے جس نے تعطیل صفات کی بات کہی وہ جعد بن درہم ہے، مگر مذہب جہمی ''جہم بن صفوان'' کی طرف منسوب ہے، کیونکہ اسی نے بڑی بسط وشرح کے ساتھ اس باطل مذہب کی ترویج کی۔

جعد بن درہم نے فکرہ تعطیل ابان بن سمعان رافضی سے اور ابان نے طالوت یہودی سے اور طالوت نے لبید بن اعصم یہودی سے حاصل کیا تھا، اور یہ وہی لبید ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔

فکرہ تعطیل جسے جہمیہ، معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ وغیرہم نے اپنایا ہے، اس کے اصلی مصادر درج ذیل ہیں:

۱۔ مقالات شیعہ　　۲۔ مقالات یہود
۳۔ مقالات فلاسفہ مشرکین　　۴۔ مقالات گمراہ صائبین

فکرہ تعطیل سے کفر لازم آتا ہے، اسی لئے علماء سلف نے اس پر تین وجوہات کی بنا پر شدت برتی ہے۔

۱۔ فکرہ تعطیل کتاب وسنت اور اجماع امت کے مخالف ہے۔ ۲۔ فکرہ تعطیل سے خالق کی تعطیل ونفی لازم آتی ہے۔ ۳۔ یہ فکرہ ان امور کے مخالف ہے جن پر تمام ملت اور فطرت سلیمہ متفق ہے۔

چنانچہ جب اس بدعت کا زہر دور دور تک پہنچا تو ابراہیم بن طہمان، خارجہ بن مصعب، عبداللہ بن مبارک، اوزاعی، اور حماد بن زید جیسے علماء اہل سنت۔ رحمہم اللہ۔ نے اس کی بھرپور تردید کی۔

سب سے پہلے جس نے تعطیل صفات کی بات کہی وہ جعد بن درہم تھا، تابعین کے دور میں اسے پذیرائی حاصل نہ ہوئی، یہ اور اس کے اہم نوا ائمہ سلف کی نگاہ میں مذموم ومقموع رہے، اور جب یہ بدعت مسلمانوں کے درمیان پھیلنے لگی تو امیر عراق ''خالد بن عبداللہ قسری'' نے جعد کو طلب کر کے سزا دی۔

اس مذہب کو فروغ دینے میں جعد کا شاگرد ''جہم بن صفوان'' کا بڑا اہم کردار رہا ہے، دونوں کی ملاقات کوفہ میں ہوئی، جہم جعد سے کافی متاثر ہوا اور پھر نہایت بسط وشرح کے ساتھ اس مذہب کی خدمت کی اور یہی وجہ ہے کہ یہ مذہب اس کی طرف منسوب ہے۔

اس درمیان فکرہ اعتزال کا ظہور ہوا، مؤسس مذہب واصل بن عطاء (ت۱۳۱ھ) اور عمرو بن عبید (ت۱۴۴ھ) اور ان کے اصحاب قدریہ سے متاثر ہوئے، جعد بن درہم بھی قضا وقدر کے باب میں قدری تھا، مگر اوائل معتزلہ اسماء وصفات کے باب میں جعد کے فکرہ تعطیل سے متاثر نہ ہوئے۔

جعد بن درم کے بعد جہم بن صفوان نے فکرہ تعطیل کو پھیلانے کا مہم جاری رکھا، مگر اس نے قضا وقدر کے باب میں اپنے استاد جعد کی مخالفت کرتے ہوئے جبریہ کا منہج اپنایا۔

ادھر متاخرین معتزلہ قضا وقدر کے باب میں قدریہ کے منہج پر ضرور قائم رہے مگر اسماء وصفات کے باب میں جہمیہ سے متاثر ہو کر ان کے بعض اصولوں کو اخذ کیا، اور ان پر اپنے مذہب کی بنا کرتے ہوئے علمیت کے طور پر اسماء کو ثابت کیا، ساتھ ہی تمام صفات کا انکار کیا لہٰذا ہر معتزلی جہمی ہے، مگر ہر جہمی معتزلی نہیں ہے۔

سرزمین عراق فکرہ اعتزال وتعطیل کی آبیاری کے لیے زرخیز ثابت ہوئی، چنانچہ متاخرین معتزلہ جیسے: عثمان الطّویل، خالد بن صفوان، ابوہذیل العلاف، جاحظ، احمد

بن داؤد، ثمامہ بن اشرس اور قاضی عبدالجبار وغیرہم نے فکرہ تعطیل کو خوب فروغ دیا، پھر تعطیل کے اس زہر سے ہر شہر مسموم ہوتا گیا۔

خلافت بنی امیہ کے متقدمین خلفاء نے بدعتیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور ان کے دور میں ہر ممکن بدعتیوں کی سرزنش کی گئی، مگر امتداد زمانہ کے ساتھ بنی امیہ کے متاخرین خلفاء اہل بدعت کے ہمنوا بنے رہے، جس کی وجہ سے طرح طرح کی بدعتوں کو پنپنے کا موقع ملا، جن میں سے ایک ''یزید بن ولید'' ہے، جس نے ۱۲۶ ہجری میں خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، قدریہ کا منہج اپنایا اور لوگوں کو اس کی دعوت بھی دی، مگر اس کی خلافت تقریباً چھ ماہ ہی رہی۔

سنہ ۱۳۲ھ ہجری میں خلافت بنی امیہ کا خاتمہ ہوا، خلافت بنی امیہ کا آخری خلیفہ ''مروان بن محمد'' جعد بن درہم (ت ۱۱۸ھ) کا شاگرد تھا، اس سے خلق قرآن اور انکار قدر جیسے افکار حاصل کئے، خلافت بنی امیہ کے خاتمے کے بعد بدعتیوں کے لئے راہیں ہموار ہوتی گئیں، پھر آہستہ آہستہ ہر چہار جانب ان کا غلبہ بڑھتا گیا۔

سنہ ۱۲۸ھ میں جہم بن صفوان کا خاتمہ ہوا تھا، جس سے متاخرین معتزلہ کافی متاثر ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ فکرہ تعطیل کسی نہ کسی شکل میں عام ہوتا گیا، مگر عرصہ دراز کے بعد بشر مریسی (ت ۲۱۸ھ) اور احمد بن داؤد (ت ۲۴۰ھ) نے اسے بعینہ دہرانا شروع کیا، اور اس کے فروغ کے لئے ہر ممکن کوششیں کیں۔

تیسری صدی ہجری کے شروع میں عبداللہ المامون نے کرسی خلافت سنبھالی، وہ مختلف علوم وفنون کا شیدائی تھا، اس کی مجلس متکلمین سے بھری رہتی تھی، اہل کلام سے کافی متاثر ہوا، جس کی وجہ سے کتب یونان وفلاسفہ کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا حکم جاری کیا، سن ۲۱۲ ہجری میں لوگوں کو خلق قرآن کی طرف دعوت دی مگر کسی نے اس کی نہ سنی، بڑی کوششیں کیں، اور سن ۲۱۸ ہجری میں خلق قرآن کا دھمکی آمیز پیغام جاری کیا، جس کی وجہ سے سات لوگوں کو چھوڑ کر سب نے اس کا اقرار کیا، ان سات میں سے پانچ نے اذیتوں کے سامنے ہمت ہار کر خود سپردگی کی راہ اختیار کی، ان میں سے دو ایسے مرد آہن، اور صاحب استقامت تھے جن کے پیروں میں کوئی تزلزل نہ آیا، وہ امام السنہ احمد بن حنبل اور محمد بن نوح رحمہما اللہ تھے، جنہوں نے اہل باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور ہر بار اہل باطل کو کتاب وسنت سے منہ توڑ جواب دیا۔

مامون کے بعد واثق اور معتصم بھی اسی منہج پر قائم رہے، اور اس طریق پر فتنہ خلق قرآن کا سلسلہ ۲۱۸ ہجری سے ۲۳۴ ہجری تک چلتا رہا، فکرہ تعطیل کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا، جہمیہ کو قوت ملی، اور ان کی تعداد میں اضافہ بھی ہوا، اس درمیان احمد بن داؤد کے ساتھ وہ سارے گروہ بھی جمع ہو گئے جو خلق قرآن کے قائل تھے، جن میں صرف جہمیہ نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ معتزلہ، نجاریہ، ضراریہ وغیرہم بھی شامل تھے، یہ سب امراء وحکماء سے قریب تھے، اور اسی وجہ سے فکرہ تعطیل کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے میں کامیاب رہے۔

ادھر تقریباً ۱۴ سالوں تک علماء اہل سنت والجماعت کو طرح طرح کی اذیتوں سے گزرنا پڑا، مختلف قسم کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ جب سنہ ۲۳۲ ہجری میں متوکل مسند خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے فتنہ خلق قرآن کا خاتمہ کیا، سنتوں کو زندہ کیا، بدعتوں کا قلع قمع کیا، اور پھر علماء اہل سنت والجماعت نے کتاب وسنت اور آثار سلف کی روشنی میں تعطیل اور اہل تعطیل کی خوب تردید کی، اور ضرورت پڑنے پر حق کو اجاگر کرنے کے لئے منطق وفلسفہ کا بھی سہارا لیا، جس سے حق وباطل واضح ہو گیا، جن علماء کرام نے جہمیہ ومعتزلہ کی تردید کی ہے، ان میں سے ایک ابو محمد عبداللہ بن سعید بن کلاب بھی ہیں۔ مصادر: مجموع الفتاوی، الرد علی المنطقیین، الصفدیۃ، الاستقامۃ، درء تعارض العقل والنقل، منہاج السنۃ النبویۃ، شرح الاصفہانیۃ، الصواعق المرسلۃ، ومقالۃ التعطیل والجعد بن درہم۔

☆☆☆

جماعتی خبریں

جناب محترم الحاج وکیل احمد بھدوھی کے بڑے فرزند عبداللہ بھائی کاانتقال پرملال: یہ خبر انتہائی غم وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے رکن مجلس شوریٰ محترم الحاج وکیل احمد بھدوہی حفظہ اللہ کے بڑے صاحب زادے جناب عبداللہ صاحب آج صبح دس بجے انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب عبداللہ بھائی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ بڑے خلیق وملنسار اور مہمان نواز تھے امیر محترم سے بے پناہ محبت کرتے تھے بھدوہی کے سفر میں جب بھی آپ تشریف لے جاتے وہ آپ سے ملنے کے لیے بیتاب رہتے تھے۔ محترم واصف وشارق مشتاق حفظہما اللہ کی کمپنی میں موظف تھے ان کی ناگہانی موت سے سارا خاندان گہرے صدمے میں ہے۔ ان کی تدفین آج ساڑھے دس بجے آبائی وطن بھدوہی میں عمل میں آئے گی۔ پسماندگان میں بیوہ، تین بیٹے، چھ بیٹیاں ہیں۔ اللہ جل شانہ ان کی مغفرت کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے خصوصا الحاج وکیل احمد صاحب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (غم زدہ دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران وکارکنان)

انتقال پُرملال: بڑے رنج والم کے ساتھ یہ اطلاع دی جا رہی ہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوریٰ جناب محمد اشتیاق صاحب مورخہ 19/مارچ 2025ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی نماز جنازہ اسی دن رات کیساڑھے سات (30:7) بجے آبائی وطن اسلام آباد پنجاب کے اجاڑ وتکیہ قبرستان، بائی پاس پر ادا کی گئی۔ پسماندگان میں صاحبزادگان جناب مہتاب عالم وجناب انتخاب عالم ہیں۔ احباب جماعت سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے بشری لغزشوں کو معاف فرمائے۔ لواحقین ومتعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ (شریک غم: منصور عالم، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

آصف تنویر تیمی

مرزا غلام احمد قادیانی اور عقیدہ ختم نبوت ایک مطالعہ

برصغیر کے طول وعرض میں گزشتہ دوصدیوں میں اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے گمراہ فرقوں میں ایک اہم ترین فرقہ قادیانیت ہے۔اگرچہ اس کا وجود انیسویں صدی کے بالکل اخیر میں متحدہ ہندوستان میں آیا۔مگر دھیرے دھیرے اس کے باطل افکار وخیالات پوری دنیا میں پھیل گئے۔اس وقت برصغیر ہندوپاک کے علاوہ اس جماعت کے ماننے والے کثیر تعداد میں یورپی ممالک بالخصوص اسرائیل، برطانیہ، امریکہ اور افریقی ملکوں میں موجود ہیں۔ان کی علیحدہ مسجدیں، مدرسے، یونیورسٹیاں اور دعوتی مراکز تقریبا ہر ملک میں پائے جاتے ہیں۔آج بھی اس کے ماننے والے متحرک اور اپنے باطل عقیدے کی نشر واشاعت میں متحرک ہیں۔اگرچہ برصغیر میں علماء کرام نے اس فرقہ کے بانی اور ان کے تمام تر جھوٹے دعوے کی قلعی بہت پہلے کھول کرر کھ دی ہے۔چاروں شانے انہیں چت کرتے ہوئے اس کے کفر وارتدار کو طشت از بام کردیا۔عرب وعجم نے اس کی ہزیمت اور پسپائی کو دیکھا۔مگر مختلف جہتوں اور غیر اسلامی دنیا کی جانب سے اس فرقہ کی مالی امداد کی جاتی ہے تاکہ مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کو کمزور کیا جاسکے۔ناخواندہ لوگوں کو دھوکہ دے کر ان کے ایمان واسلام کو نقصان پہنچایا جاسکے۔یہودیت،نصرانیت اور صوفیت کی نشان اور پرتو اس جماعت کی سرکوبی جاری رہنی چاہئے تاکہ اس کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ ملے۔ذیل میں فرقہ قادیانیت کے بانی کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں:

اس جماعت کے بانی کا نام احمد اور اس کے والد کا نام غلام ہے۔ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے گاؤں قادیان میں باختلاف اقوال ۱۸۳۵ء، ۱۹۳۹ء، ۱۸۴۰ء میں اس کی پیدائش ہوئی۔اپنے خاندان کے بارے میں خود مرزا نے مختلف باتیں لکھی ہیں،کبھی اپنے آپ کو مغولی،کبھی فارسی،کبھی فاطمی،کبھی چینی،کبھی اسرائیلی بتلایا ہے۔لیکن اس بات میں کسی قسم کا شبہ نہیں کہ اس خاندان کا تعلق ہندوستان کے انگریزی حکومت سے بڑا مضبوط تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کوئی اعلی تعلیم یافتہ نہیں تھا۔معمولی فارسی،صرف ونحو کی چند کتابیں،فن طبابت میں کچھ درک حاصل کرنے کے بعد ساری توجہ کہانت پر صرف کی تھی۔مرزا کے والد غلام اپنے وقت کے ماہر کاہن اور نجومی تھے اس وجہ سے اپنے بیٹے کو بھی اسی میدان کا ماہر بنایا۔تفسیر،حدیث،فقہ اور اصول کی کتابوں کا درک کامل اسے حاصل نہیں تھا۔(ملاحظہ فرمائیں:القادیانیۃ،احسان الٰہی ظہیر،ص ۱۲۷)

اللہ تعالی نے بطور آزمائش اور سزا کے مرزا کو مختلف بیماریوں میں گرفتار کررکھا تھا۔ہسٹریا،جریان بول،سوئے حافظہ،ضعف اعصابی،کلرا وغیرہ بیماری مرزا کو لاحق تھیں۔اسی آخری بیماری کلرا(طاعون)میں اس کی موت ہوئی۔

مرزا نے جہالت اور لالچ کی بنیاد پر اپنی زندگی میں دین اور ایمان کے نام پر مختلف قسم کے جھوٹے دعوے کئے،جیسے:

(۱) مجدد وقت (۱۸۸۸ء)۔(۲) مسیح علیہ السلام (۱۸۹۱ء)۔(۳) جزوی نبی (۱۹۰۰ء)۔(۴) نبی اور رسول (۱۹۰۱ء)(۵) کرشن (۱۹۰۴ء) (۶) امتی نبی (۷) غیر صاحب شریعت نبی (۸) صاحب شریعت (۹) ظلی اور بروزی نبی (۱۰) خاتم الأنبیاء وغیرہ۔

دیگر عقائد اسلام کے علاوہ اس باطل فرقہ نے سب سے زیادہ جس عقیدے کو زیادہ نقصان پہنچایا اور سیندلگانے کی کوشش کی وہ عقیدہ ختم نبوت ہے حالانکہ یہ عقیدہ مسلمانوں کا اجماعی مسئلہ ہے۔کتاب وسنت کے صریح نصوص اس عقیدہ پر دلالت کرتے ہیں۔درجنوں آیتیں اور حدیثیں اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ نبوت ورسالت کا جو سلسلہ سیدنا آدام علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوگیا۔ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور رسول آنے والا نہیں ہے۔ساری آیتوں اور حدیثوں کا ذکر طوالت کا سبب ہوگا،اس لئے صرف ایک آیت اور دو حدیث کا حوالہ قارئین کے لئے کافی وشافی ہوگا۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً﴾ (لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں لیکن آپ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے (آخری نبی)،اور اللہ تعالی ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے۔(الأحزاب:۴۰)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”**فهذه الآية نص في أنه لا نبي بعده صلى الله عليه وسلم......ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب أفاك دجال ضال مضل**“ یہ آیت اس مسئلہ پر دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا......جو شخص بھی آپ کے بعد اس مقام (نبوت) کا دعوی کیا وہ جھوٹا،تہمت تراش،مکار،گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہوگا۔(تفسیر القرآن العظیم ۴۹۴/۳)

علامہ ابن کثیر کے علاوہ دیگر تمام مشاہیر مفسرین جیسے علامہ ابن جریر طبری،

علامہ بغوی، علامہ زمخشری، علامہ رازی، علامہ قاضی بیضاوی، علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ شوکانی رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ نبوت ورسالت کا خاتمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوگا اب قیامت تک کوئی نبی اور رسول اس دنیا میں نہیں آئے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ان مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه وأجمله الا موضوع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فأنا اللبنة قال فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين'' میری اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹ گئی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں''۔(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، حدیث نمبر:۳۵۳۵)

اس حدیث کی شرح کرتے رہے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں'' وفضل النبي صلى الله عليه وسلم على سائر النبيين، وأن الله ختم به المرسلين، وأكمل به شرائع الدين'' ۔(فتح الباری ۶/۶۴۸)۔اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام نبیوں پر، اللہ تعالی نے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ آپ کے ذریعہ ختم کر دیا ہے نیز آپ پر شریعت مکمل ہوگئی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون، قريب من ثلاثين، كلهم يزعم أنه رسول الله''. (رواہ احمد، ۷۲۲۸، اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین) قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تیس کے قریب جھوٹے دجال (مکار) ظاہر نہیں ہوں گے، سب کے سب اس بات کے دعویدار ہوں گے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں''۔

اس پیشین گوئی کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور آپ کی وفات کے بعد بھی کئی مردوں اور عورتوں نے جھوٹی نبوت کا دعوی کیا، جیسے: مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاح بنت حارث، طلیحہ بن خویلد اسدی اور لقیط بن مالک اسدی وغیرہ اور اسی زمرے میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی آتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان جیسے دیگر مدعین نبوت کے دعوائے نبوت کے اسباب مال ودولت، شہرت ونا موری اور عہدہ ومنصب کے علاوہ کئی ایک سمجھ میں آتے ہیں:

(۱) **مرزا غلام احمد اور برصغیر کے تناظر میں** سب سے اہم سبب مسلمانوں کے دل سے اس جوش وجذبے کو سرد کرنا تھا جو اس وقت انگریزوں کے خلاف پایا جاتا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد جب حکومت برطانیہ نے یہ بھانپ لیا کہ صرف فوجی طاقت کی بنیاد پر مسلمانوں کے اپنے ملک کے تئیں جذبہ فدائیت کو ختم نہیں کیا جا سکتا، بلکہ ایسے افراد کا انتخاب ضروری ہے جو انہی میں کا ہو اور انہی میں رہ کر ان کے ایمان واسلام اور بنیادی عقائد کو متزلزل کر سکے۔ چنانچہ برطانیہ سرکار کی نظر انتخاب مرزا غلام احمد قادیانی پر گئی، مرزا کا خاندان پہلے سے انگریزی سرکار کا وظیفہ خور اور اس سرکار کے پیروکاروں میں سے تھا۔ مرزا کے والد''غلام'' کو حکومت کے اہم پروگراموں میں مدعو کیا جاتا تھا۔ خود مرزا نے اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے''میں نے اپنی زندگی کے بیشتر ماہ وسال انگریز حکومت کی تائید ونصرت میں گزارا، جہاد اور انگریز کے ولی امر کے طور پر تسلیم کرنے سے متعلق کئی ایک کتابیں تصنیف کیں''۔(تریاق قلوب، ص۱۵)

(۲) تاریخ کے صفحات کے الٹنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ''ختم نبوت'' کے مضبوط ستون میں سوراخ کرنے میں فلاسفہ کے گمراہ کن افکار ونظریات بھی اہم سبب ثابت ہوئے ہیں۔

ابو نصر فارابی جو تمام فلسفیوں کا استاذ تصور کیا جاتا ہے لکھتا ہے'' أن الوحي انما يكون لمن حل العقل الفعال في قوتيه الناطقة والمتخيلة، ويجعل هذه القوى من خصائص النبوة التي تؤثر على العالم الخارجي فتكون بذلك المعجزات'' (خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند الجفاۃ ص۲۰۶) جب انسان کے نطق وخیال میں فعال اور متحرک عقل سرایت کر جاتی ہے اس سے وحی کا صدور ہوتا ہے، اس کو نبوی خصائص میں شامل کر دیتا ہے، جس کے اثرات معجزات کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں''۔

فارابی کے بقول جس طرح ایک فلسفی اپنی عقل وخرد سے کام لیتا ہے اسی طرح انبیاء بھی اپنی عقل وشعور سے کام لیکر دین کی تبلیغ کا عمل انجام دیتے ہیں بلکہ فلاسفہ کا عقلی شعور نبیوں سے زیادہ پختہ ہوتا ہے۔ اس طرح تمام فلاسفہ نبوت کو کسبی قرار دیتے ہیں۔ ایک اعلی دماغ انسان اپنے اعلی شعور وآگہی، مضبوط تخیلات، مجاہدات، اور ریاضت کی بنیاد پر مقام نبوت پر پہنچ سکتا ہے۔

یہی وہ مسیحی فکری کجی اور زہر ہے جس نے ہر زمانے میں بہت ساروں کو نبوت کے جھوٹے دعوے پر مجبور کیا ہے۔ اس فکر کو پروان چڑھانے میں ابو نصر فارابی کو اولیت حاصل ہے۔ اس معاملے میں اس کا استاذ متی بن یونس نصرانی ہے، پھر فارابی نے یوحنا بن جیلان نصرانی سے اس کجی فکری کی تعلیم حاصل کی۔ ابن سینا، افلاطون، علی بن مسکویہ وغیرہ کے اس غیر اسلامی فکر سے سب سے زیادہ تصوف زدہ لوگوں کو نقصان ہوا۔ صوفیوں نے ایسی بہکی بہکی باتیں کہیں کہ الامان والحفیظ اور سب کو تخیلات ومجاہدات کے نام پر جاہلوں کے یہاں قبول کر لیا گیا۔ ابو الحسن شعرانی، نبہانی، شبلی، محیی

الدین ابن عربی، احمد البدوی، عبدالرحمٰن مجذوب، ابراہیم عریان، محمد حضری وغیرہ ایسے ہی لوگوں میں ہیں جنہوں نے فلاسفہ کے بہکاوے میں آکر اپنے دین وایمان کا سودا کیا۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ''النبوات'' میں فلاسفہ کے اس فکر کا مواخذہ کیا ہے۔اوراس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انہی افکار کی وجہ سے متصوفہ نے اولیاء کوانبیاء پرفوقیت دی،اورایسے ایسے اقوال گھڑے جن سے اسلام کا قلعہ منہدم ہوتا ہے۔

فلاسفہ کے قول کے مطابق اگر نبوت پختہ عقل وفکر کی بنیاد پر حاصل ہوسکتی ہے تو بھلاعیسی علیہ السلام شیرخوارگی میں کس عقل اورشعور کے حامل تھے۔اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا:﴿قَالَ إِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكاً أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِيْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ (مریم:۲۷/۳۳)''بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ تعالی کا بندہ ہوں۔اس نے مجھے کتاب عطافرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔اوراس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں،اوراس نے مجھے نمازاورزکوۃ کا حکم دیا ہے جب تک بھی میں زندہ رہوں''۔

اسی طرح اللہ تعالی نے دوسرے مقام پرفرمایا:﴿اللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ﴾ (الحج:۷۵)''فرشتوں میں سے اورانسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کا اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے، بے شک اللہ تعالی سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

قادیانیت کے گمراہ کن عقائد بالخصوص ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے تمام اہل سنت والجماعت کا اس فرقہ کے کفر پراتفاق ہے۔امام ابوحنیفہ، امام ابن حزم، امام غزالی، قاضی عیاض، امام رازی، امام نووی، حافظ ابن حجرعسقلانی، بدرالدین عینی، امام قسطلانی، علامہ ابن حجر ہیثمی، مولانا عبدالحق دہلوی، علاء زرقانی، علامہ شوکانی اورملا علی قاری رحمہم اللہ کے علاوہ اہل سنت والجماعت کے تمام علماء نے اس جماعت کی تکفیر کی ہےاور یہ بھی کہا ہے کہ قادیانیوں کا قرب قیامت دنیا میں نزول فرمانا قادیانیوں کی دلیل نہیں بن سکتا اس لئے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر آئیں گے نبی اوررسول ہوکر نہیں۔

علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں: "وأن الوحيي قد انقطع مذ مات النبي صلى الله عليه وسلم، برهان ذلک أن الوحيي لا يکون الا الى النبي، وقد قال عزوجل" ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين" ۔(المحلی ۲۶/۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا،اس کی دلیل یہ ہے کہ وحی نبی پر ہوتا ہے،اوراللہ تعالی نے فرمایا: محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی کے باپ نہیں تھے، وہ اللہ کے رسول اورخاتم النبیین تھے''۔

مرزاغلام احمد کا تعاقب متحدہ ہندوستان کے تمام مسالک کے علماء نے کیا،لیکن اس میں پیش پیش علمائے اہل حدیث رہے۔ہمارے جن اہل حدیث علماء نے مرزا کو ناکوں چنے چبوایا اورمناظرات ومباہلات کے میدان میں پسپا کیا ان میں(۱) میاں نذیرحسین محدث دہلوی(۲) مولانا محمد حسین بٹالوی(۳) مولانا محمد بشیر سہسوانی(۴) مولانا عبدالحکیم(۵) مناظر اسلام اورفاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری(۶) علامہ نواب صدیق حسن خان(۷) مولانا عبدالحق غزنوی(۸) مولانا محمد حنیف ندوی رحمہم اللہ وغیرہ کے اسماء سرفہرست ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی اسی(۸۰) سے زائد کتابیں کفریہ الہامات اور خودتراشیدہ وحی سے بھری ہیں،بطورنمونہ کےدواقتباسات دیکھیں:

(۱)"انا أنزلناه قريبا من القاديان، وبالحق أنزلناه، وبالحق نزل، صدق الله ورسوله وكان أمر الله مفعولا". (براہین احمدیہ للغلام ص ۴۹۸/۴۹۹)'' بے شک ہم نے اس(مرزا قادیانی پراتاری گئی کتاب ''الکتاب المکنون) کوقادیان سے قریب نازل کیا ہے، اورحق کے ساتھ ہم نے اسے نازل کیا ہے، اورحق کے ساتھ وہ نازل ہوا ہے، اللہ اوراس کے رسول سچے ہیں اور یہ معاملہ طے شدہ تھا''۔

(۲) " يا أحمد بارک الله فيک......أول نائب عن الله بأمر الله في هذا الزمان، قل جاء الحق وزهق الباطل، قل ان افتريته فعليي اجرامي، هو الذى أرسل رسوله بالهدي، يا أحمد فاضت الرحمة علي شفتيک،انک بأعيننا، يرفع الله ذكرک، يا أيها المدثر قم فأنذر، وربک فكبر، اني رافعک اليي وألقيت عليک محبة مني" ۔(براہین احمدیہ ص۲۴۳)

''اے احمد! اللہ آپ کو برکت سے نوازے۔اس زمانے میں اللہ کے حکم سے اللہ کے پہلے نائب، کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ کہہ دیجئے کہ اگر میں افتراپردازی کرتا ہوں تو اس کا وبال میرے اوپر ہے۔اسی ذات نے آپ کو ہدایت کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے۔اے احمد! میں نے آپ کے ہونٹوں پر رحمت کا فیضان کردیا ہے۔آپ ہماری نگرانی میں ہیں۔اللہ آپ کے مقام کو بلند کرے۔اے چادر میں لپٹنے والے! کھڑے ہوکر لوگوں کو ڈرائیے۔اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔بے شک میں آپ کواپنے پاس اٹھانے والا ہوں۔میں نے اپنی محبت کوآپ کے اوپر ڈال دیا ہوں''۔

دونوں خودساختہ اقتباس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مرزا قادیانی نے وحی کے نام پر قرآن کریم کا کیسا بھدا مذاق اڑایا ہے۔جوڑتوڑ کرسطحی عبارتوں کوآیات اوروحی کا نام دیا ہے۔دیگر گناہوں کے علاوہ اس کا یہی گناہ اس کی تکفیر کے لئے کافی ہے۔

☆☆☆

اعلان داخلہ

المعھد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلی تعلیمی وتربیتی ادارہ "المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ" میں نئے تعلیمی کلینڈر (2026-2025) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

9/اپریل 2025ء مطابق 10/ شوال المکرم 1446ھ بروز بدھ تا 13/اپریل 2025ء مطابق 14/شوال المکرم1446ھ بروز اتوار داخلہ لیا جائے گا۔ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل (سند فضیلت یافتہ) ہو۔● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ● بہترین رہائشی انتظامات● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

درخواست موصول ہونے کی آخری تاریخ: 5/اپریل 2025ء

اپنی درخواست مع تصدیقات ونقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

"المعھد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة"

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔011- 23273407،موبائل:09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت:

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال و اولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292